عصمت

فروری سنہ ۱۹۶۷ء

مدیرِ اعلیٰ: رازق الخیری

۶۲ پیسے

مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ کی تصانیف

تاریخ و سیرت

آمنہ کا لال	۱/عہ
سیدہ کا لال	للعہ/
الزہرا	۱/عہ
نوبتِ پنج روزہ یا وداعِ ظفر	۸/ے
وداعِ خاتون	۶/
امین کا دم واپسیں	۶/
دلی کی آخری بہار	۱/عہ
بزمِ رفتگاں (با تصویر)	۴/عہ
داستانِ پارینہ	۴/عہ

مذہبی مضامین

احکامِ نسواں	۱۲/عہ
محسنِ حقیقی	۱۰/
دعائیں	۱۲/
قرآنی قصے	۱/عہ
زیورِ اسلام	۸/عہ

نظموں کے مجموعے

رودادِ قفس	۱۲/
گرفتارِ قفس	۴/

سیاسی صحافی سیاحی مضامین

شہیدِ مغرب	۸/عہ
یادگارِ تمدن	۸/
عالمِ نسواں	۱۲/
سیاحتِ ہند	۸/عہ

اصلاحی معاشرتی ناول

حیاتِ صالحہ	۸/عہ
منازل السائرہ مکمل	للعہ/
صبحِ زندگی	۸/ے
شامِ زندگی	۱/عہ
شبِ زندگی دو حصے	للعہ/
نوحۂ زندگی	۴/عہ
طوفانِ حیات	۱/عہ
جوہرِ قدامت	۸/عہ
تربیتِ نسواں	۱/عہ

اسلامی تاریخ بطرزِ ناول

آفتابِ دمشق	۸/عہ
ماہِ عجم	۸/عہ
عروسِ کربلا	ے/
یاسمینِ شام	۸/عہ
محبوبۂ خداوند	۱/عہ
تیغِ کمال	۱/عہ
شہنشاہ کا فیصلہ	۶/
منظرِ طرابلس	۸/
شاہین و درّاج	۴/عہ
دُرِّ شہوار	۱۲/

مذاحیہ افسانے

نانی عشو	۱۲/
ولایتی نخمی	۸/
دادا لال بجھکڑ	۴/

مختصر افسانوں کے مجموعے

جوہرِ عصمت	ے/
سیلابِ اشک	۸/عہ
طوفانِ اشک	۸/عہ
قطراتِ اشک	۸/ے
خدائی راج (آخری افسانے)	۴/عہ
نسوانی زندگی	۱۲/
گلدستۂ عید	۱۲/
گوہرِ مقصود	۸/
گردابِ حیات	۸/عہ
بساطِ حیات	۱۰/
حور اور انسان	۴/
نشیب و فراز	۶/

مضامین کے متفرق مجموعے

عروسِ مشرق	۴/
گدڑی میں لعل	۱/عہ
مسلمان عورت کے حقوق	۴/عہ
نالۂ زار	۴/
بلبلِ بیمار	۱۲/
ساجن موہنی	۶/-
شادی کا انتخاب	۱۲/
فریبِ ہستی	۸/
بے فکری کا آخری دن	۵/
چمنستانِ مغرب	۸/عہ
بکھری ہوئی پتیاں	۸/عہ

اصلاحی معاشرتی افسانے

بنت الوقت	۴/
سرابِ مغرب	۴/
فسانۂ سعید	۴/
سودائے نقد	۸/
تمغۂ شیطانی	۴/عہ
سات روحوں کے اعمالنامے	۴/
غدر کی ماری شہزادیاں	۴/
ستونتی	۱۲/
بنجوگ	۴/
سوکن کا جلاپا	۸/
مودّہ	۱۲/
تفسیرِ عصمت	۶/
انگوٹھی کا راز	۸/
منازلِ ترقی	۴/
بچہ کا کرتہ	۴/
وڈیا کی سرگذشت	۶/
چہار عالم	۴/

ادبِ لطیف و انشا

قلبِ حزیں	۱۲/
لڑکیوں کی انشا	۴/
مسلی ہوئی پتیاں	۸/

محصول ڈاک بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ عصمت بک ڈپو کراچی ۳

.... یادگار حضرت علامہ راشد الخیری ....

عصمت

پاکیزہ خیالات۔ علمی۔ ادبی مضامین اور مفید معلومات کا ماہوار ذخیرہ

اشاعت کا انسٹھواں ۵۹ سال

فروری سنہ ۱۹۶۷ء

مدیر اعلیٰ و پبلشر: رازق الخیری

جلد ۱۱۸، نمبر ۲، کل نمبر ۷۰۴

مدیر معاون: طارق الخیری ایم۔ اے

پرنٹر: .... مشہور آفسٹ پریس کراچی

فون نمبر

انتظامیہ و ادارت ...... ۵۲۳۱۸، ۷۰۸۳۴

شعبۂ اشتہارات ۵۴۴۵۶

رکن انجمن ادبی رسائل پاکستان

مقامِ اشاعت: دفترِ عصمت نزد قیصر سینما کراچی ۲

چندہ سالانہ... پیشگی سات روپے بذریعہ وی پی ۷.۷۵ روپے

ممالک غیر سے: ۱۲ روپے۔ بھارت سے ۲ سال کے لئے ۱۴ روپے

فی کاپی.... ۶۲ پیسے

جملہ حقوق محفوظ

ترتیب

چند باتیں	۳	مدیر معاون	رُباعیات	۲۷	جناب آغا صادق
زندہ باد راشد الخیری (نظم)	۴	حضرت دعا ڈبائیوی	غالب کی صد سالہ برسی	۲۸	طارق الخیری
رہبرِ نسواں کی یاد میں	۶	فاطمہ انیس بریلوی صاحبہ	انٹرویو (طنز و مزاح)	۲۹	جناب صابر علی
ہدیۂ عقیدت (قطعات)	۸	خورشید آرا بیگم صاحبہ	خیرآباد کا آدم خور (شکاریات)	۳۲	جناب شاہد منصور
مہربان دوست (افسانہ)	۹	بدر النساء رحمٰن صاحبہ	گیت	۳۵	صائمہ خیری
مردِ مومن (نظم)	۱۲	حضرت ماہر القادری	کتابِ نکاح کے چند اوراق	۳۷	مولانا توقیر مرزا رزقی
کچھ پان کی بابت	۱۲	و۔ا۔ صاحبہ	حُسن کی ملکہ (افسانہ)	۴۱	محمودہ بیگم مرحومہ
علالت سے انتقال تک	۱۳	میجر شارق دہلوی	بیگم	۴۷	جناب نقی محمد خاں صاحب
طارق (نظم)	۱۴	حضرت نازش پرتاب گڈھی	پڑھے لکھوں کی جہالت	۴۹	"ر"
مراکش میں جدوجہد آزادی	۱۵	ڈاکٹر شائستہ سہروردی	آپ بیتی	۵۰	عال
فرض شناسی	۱۷	جناب لطیف اسلم جالندھری	آرائش دستگھار	۵۱	جناب سید رضا احمد جعفری
بڑے ماموں (افسانہ)	۱۹	بیگم آمنہ نازلی	دسترخوان پر	۵۳	جناب لطافت علی خاں و محمودہ حق صاحبہ
چند دلچسپ تاریخی حقائق	۲۱	پروفیسر محمد ظہیر	بزمِ عصمت	۵۴	متفرق
کینسر	۲۵	عبد الجلیل قریشی	دوربین	۵۵	ع

Taj Tahir Foundation

طارق الخیری

چند باتیں

۳؍ فروری کو اردو کے جلیل القدر مصنف، حقوقِ نسواں اور اصلاحِ نسواں کے سب سے بڑے علمبردار حضرت علامہ راشد الخیری کی اکتیسویں (۳۱) برسی ہے۔ اُمّید ہے عصمتی بہنیں اور بھائی اس تاریخ کو کلامِ پاک کی تلاوت فرما کر اور جو صاحبِ حیثیت ہوں، غریبوں اور مسکینوں کو کھانا کھلا کر اپنے محسنِ عظیم کی پاک رُوح کو ثواب پہونچائیں گے۔

گذشتہ دنوں برصغیر ہند و پاکستان کی ممتاز سماجی کارکن اور عصمت کے دورِ اوّل کی مشہور مضمون نگار عطیہ بیگم فیضی رحلت فرما گئیں۔ عصمت میں عطیہ بیگم کا آخری خط جوبلی نمبر ۱۹۵۸ء میں شائع ہوا تھا۔ عطیہ بیگم بڑی شریف النفس اور ہمدرد خاتون تھیں۔ خدا اُن کی رُوح کو سکون عطا فرمائے۔

اس شمارے میں آپ کو نت نئی تبدیلیاں نظر آئیں گی۔ تمام پرچہ فوٹو آفسٹ پر کر دیا گیا ہے لکھائی، چھپائی، کاغذ، سرِورق کے علاوہ چند دلچسپ عنوانات کا بھی اضافہ کیا گیا ہے حالانکہ رسالے کے اخراجات بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ کئی گُنے، لیکن پرچہ کی قیمت میں فی الحال اضافہ نہیں کیا گیا اِس اُمید پر کہ عصمتی بہنیں اور بھائی اب اپنے پرچہ کی اشاعت بڑھانے میں سرگرمی سے حصہ لیں گے اور زیادہ سے زیادہ خریدار دینے کی کوشش فرمائیں گے اور مضمون نگار اعلیٰ سے اعلیٰ دلچسپ مضامین سے ’عصمت‘ کی زینت بڑھائیں گے۔

اس پرچہ کو دیکھ کر اپنی قیمتی رائے سے سرفراز فرمائیے۔

Taj Tahir Foundation

دُعا ڈبائیوی

زندہ باد ــــ راشدِ الخیری

یہ بجا ہے راشد الخیری زمانے میں نہیں
اُن کا جسم ظاہری ہے آج پیوندِ زمیں ہ

ہر بشر فانی ہے جو پیدا ہوا مر جائے گا
اِک نہ اِک دن سب کا جامِ زندگی بھر جائے گا

موت دُنیا میں کسی کو چھوڑنے والی نہیں
اس بلائے ناگہاں سے کوئی گھر خالی نہیں

لیکن ایسے لوگ دُنیا میں بہت ہوتے ہیں کم
بعد مرنے کے بھی جن کے حشر تک رہتا ہے غم

بزمِ دُنیا میں جو کر جاتے ہیں آکر نیک کام
وہ نہیں رہتے مگر نام اُن کا رہتا ہے مدام،

جب سُناتا ہے کسی کا کوئی شہ کارِ حیات
یاد آجاتی ہے فوراً راشد الخیری کی ذات

ہائے ایسی ذات جس کا کوئی بھی ثانی نہیں
محسنِ اعظم تھا نسوانِ جہاں کا بالیقین

خلق کی نظروں میں اُن کا کام روشن کر دیا
صنفِ نازک کا جہاں میں نام روشن کر دیا

صرف رہتی تھی یہ دُھن آٹھوں پہر جو سٹھ گھڑی
صنفِ نازک کی کسی صورت سے سنبھلے زندگی

دیکھیں اربابِ جہاں توقیر و عزت سے اُنہیں
دیکھنے پائے نہ کوئی چشمِ ذلت سے اُنہیں

ہو طلب صادق تو خالق کو بھی یہ منظور ہے
سعیٔ انساں رائیگاں جاتی نہیں مشہور ہے

عورتوں کو قعرِ ذلت سے اُٹھا کر ہی رہی
راشد الخیری کی کوشش رنگ لا کر ہی رہی

ساری دُنیا میں فسانہ اُن کا اب بھی عام ہے
وہ نہیں ہیں لیکن اُن کا ہر زباں پر نام ہے

کیوں نہ روئے صنفِ نازک ایسے محسن کے لئے
وقف کر دی جس نے ساری زندگی اِن کے لئے

دِل کی آنکھوں سے اگر اِنساں دیکھے واقعات
فوراً آجائے گی اُس کے ذہن میں یہ خاص بات

خلق کے غم میں وہ اپنی موت سے ڈرتے نہیں
رہبرانِ قوم مر کر بھی کبھی مرتے نہیں ہ

تخمِ اُلفت کا ہر اِک کے دِل میں بو جاتے ہیں وہ
موت سے بھی زندۂ جاوید ہو جاتے ہیں وہ

حق پرستوں کا مآلِ حق پرستی دیکھ لو
بہرِ عبرت راشد الخیری کی ہستی دیکھ لو

ماہِ کامل کی طرح وہ آج تک تابندہ ہے
مر گیا لیکن ابھی تک نام اُس کا زندہ ہے

Taj Tahir Foundation

انیس فاطمہ بریلوی

رہبرِ نسواں کی یاد میں

غیر منقسم ہند میں علامہ راشد الخیری علیہ الرحمۃ کی بہت بڑی شخصیت تھی۔ وہ خواتین کے زبردست رہبر اور حامی ہونے کے علاوہ اُردو زبان کے جلیل المرتبت اور جامع ادیب ہیں۔ اُن کی تحریرات میں سوز جذبات نگاری انشا پردازی اور سیرت نگاری جزئیات کی تفاصیل وغیرہ پوری طرح موجود ہیں۔

علامہ نے سب سے پہلے اُردو ادب میں حُزن نگاری کر کے اولیت کا تاج پہنا ہے۔ حُزن نگاری کسی مقصد کی کاربراری اور حصول کے لئے بہت موزوں اور مفید ہے اور اسی وجہ سے انہوں نے یہ طرز اختیار کیا تھا۔ غم انجام ناول یا افسانے کی خصوصیت یہ سمجھی جاتی ہے کہ قاری ظلم و تعدی جھوٹ کو ناپسند کرے اور مظلوم کے لئے ہمدردی کے جذبات پیدا ہوں اس نظریہ کے تحت ان کے تمام ناول اور افسانے ٹریجڈی میں مکمل ہیں اور انسانی جذبات کی نہایت جامع اور واضح طور پر عکاسی کرتے ہیں۔ عورت کی زندگی اُس دور میں نہایت پُرالم تھی لہٰذا اسی رنگ میں اس کو اپنے پُر درد قلم سے پیش کیا ہے اور انسانی درد اور مصیبت کی وہ صحیح تصویر کھینچی ہے جس کو پڑھ کر پتھر دل بھی اشکباری پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ وہ حُزن نگار ہیں لیکن حقیقت کو فراموش نہیں کیا اصل بات یہ ہے کہ طبقہ نسواں کی مظلومیت اور کس مپرسی سے اُن سے زیادہ کوئی بھی ادیب متاثر نہیں ہوا۔

انہوں نے ہمارے ماحول اور گردوپیش کے وہ واقعات پیش کئے ہیں جن سے زندگی میں آئے دن واسطہ رہتا ہے اُن کے سماجی ناول اور افسانوں کے پلاٹ روزمرہ واقعات سے مرتب ہوتے ہیں جن سے قاری خود کو اسی ماحول میں گھلا ملا پاتا ہے اُن کے یہاں جن پریوں کی کہانیاں اور ما فوق الفطرت داستانیں نہیں جن کے لکھنے کا عموماً اس زمانے میں رواج تھا۔ اُن کی فضا قدرتی ہے۔ اُن کا ادب مقصدی ادب ہے یعنی برائیوں کو دور کر کے معاشرت اور انسانی اخلاق کی درستی۔ اُن کا آرٹ المیہ ہے۔ جو ہر دور میں یکساں قبول ہو سکتا ہے، اُن کا ادب دل بہلاوا اور مایۂ تفریح نہیں بلکہ اصلاحی ہے وہ اپنے طرز کے خود موجد ہیں اور اُردو ادب میں حزن نگاری کے امام مانے جاتے ہیں۔ اگرچہ اُن کا طرز بیان ناصحانہ ہے مگر واعظانہ خشکی نہیں بلکہ اتنا موثر اور دلچسپ انداز ہے کہ قاری کی طبیعت پر ذرا گراں نہیں گذرتا یہاں تک کہ ناول یا افسانہ ایک مدت تک کے لئے دل و دماغ پر خوشگوار اثرات چھوڑ کر ختم ہو جاتا ہے۔

وہ مصورِ غم تھے مگر قنوطیت کی طرف مائل نہ تھے بلکہ اُنکی تحریرات میں شگفتگی پائی جاتی ہے کامیابی اور جذبۂ عمل ہر جگہ کارفرما ہے۔ ناول نگاری اُردو ادب میں اصلاحی ڈھنگ پر سب سے پہلے اُنہی نے کی ہے۔ اُن کی اپنی ایک انفرادی شان اور اچھوتا انداز ہے اُن کا اسلوب بیان نہایت پُراثر ہے اُن کی تحریرات ایسی جدت کی حامل ہیں جن سے اُردو لٹریچر پہلے محروم تھا اُن کے ناولوں اور افسانوں کا موضوع عموماً مظلوم عورت اور معاشرت کی برائیاں دور کرنا ہے۔

باوجود اس کے کہ اُن کے ناول اور افسانے عشقیہ شاعری سے پاک ہیں مگر انتہائی دلچسپ ہیں۔ سوائے اس کے اور کیا ہے کہ ان کی بنیاد حقیقت پر ہے اور کامل ادیب وہی خیال کیا جاتا

Taj Tahir Foundation

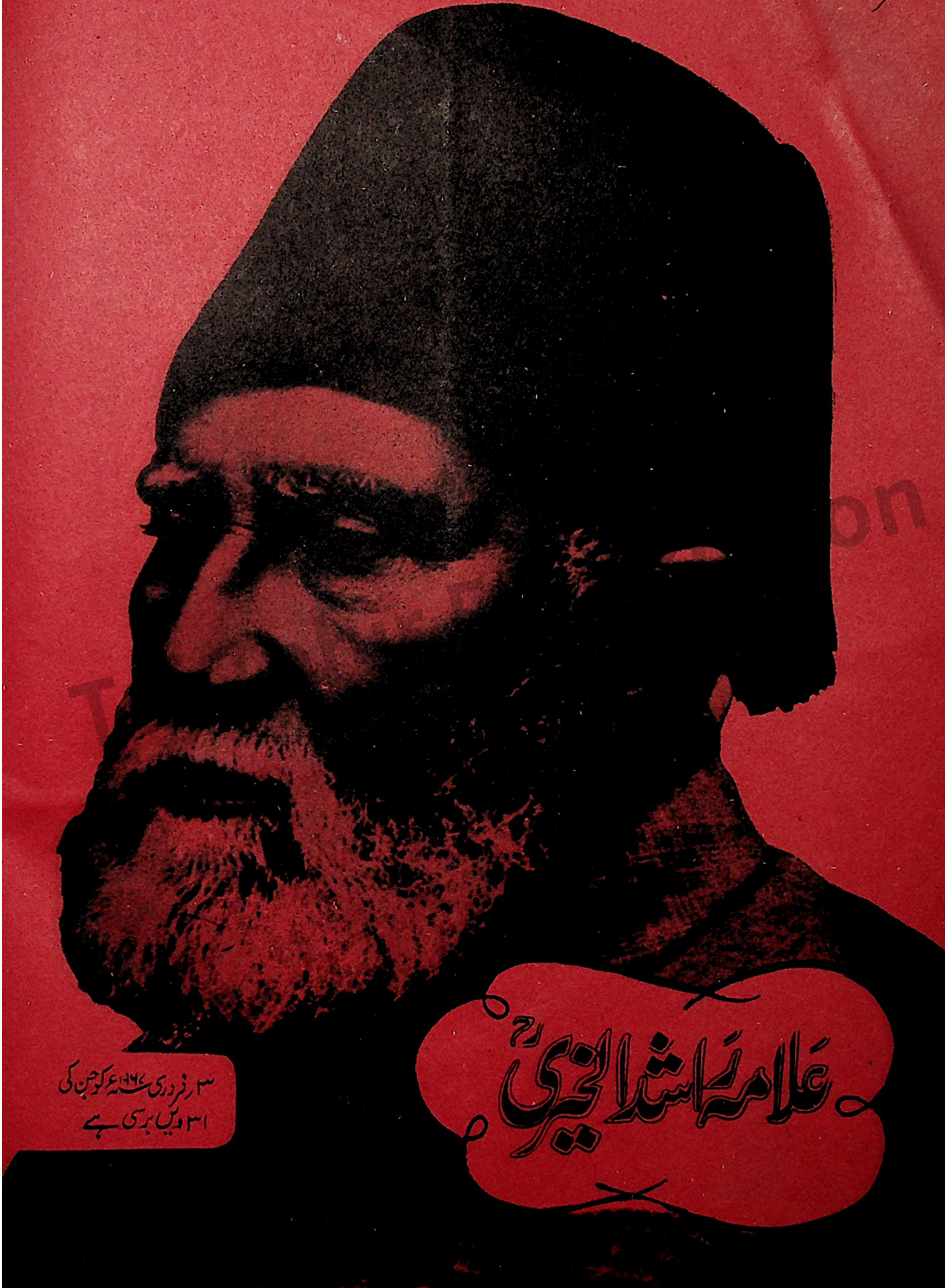
علامہ راشد الخیری رح
۳ فروری ۱۹۶۷ء کو جن کی
۳۱ ویں برسی ہے

ہے۔ جو حقیقت کو اپنائے۔ علاوہ ازیں اُردو زبان کو تکلفات سے پاک کرکے سلیس سادہ اُردو پیش کی جسے معمولی قابلیت کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے۔ اُن کا ہر ناول اور افسانہ بجائے خود ایک دلچسپ نصیحت نامہ ہے اور موضوع کے اعتبار سے ماسٹر پیس۔

حضرت علامہ راشد الخیری تعلیم نسواں کے حامی اور علمبردار تھے۔ اور آزادیٔ نسواں کے پُرجوش وکیل۔ مگر اُنہیں شریف مشرقی عورتوں کو بالکل مغربی رنگ میں دیکھنا ناپسند تھا جو لامذہبیت کی طرف لے جائے۔ مغربی تہذیب کی کچھ خوبیاں سموکر وہ طبقہ نسواں کی آزادی پر جہاں تک دائرۂ اسلام میں جائز ہے ایک امتیازی خط کھینچ گئے ہیں۔ حضرت اکبر الہ آبادی نے مذاحیہ انداز اختیار کرکے جس طرح مردوں کو زنانہ مغربی تقلید سے باز رکھا، اُسی طرح علامہ مغفور نے زہریلی مغربی تہذیب سے بھی دُور رہنے کی تاکید کی چونکہ وہ مصلح تھے انہوں نے اپنے دور کی آئیڈیل لڑکیاں نسیمہ صالحہ ساجدہ قمر، زاہدہ وغیرہ اپنی ناولوں میں دکھائی ہیں لیکن زمانہ ہمیشہ تغیر پذیر ہوتا رہتا ہے۔ ندیاں کبھی ایک راہ پر نہیں بہا کرتیں۔ اُن کا منشا یہ کبھی نہ تھا کہ جدید تہذیب کی خوبیاں قوم نہ اختیار کرے۔ یا قدیم تہذیب کے محاسن کا وجود مٹ جائے بلکہ اُن کے ناولوں میں گذشتہ دور کی گھریلو زندگی کا عکس جو اب عنقا ہوچکا ہے پایا جاتا ہے۔ غیر اسلامی رواجوں اور تباہ کُن رسموں کے خلاف بھی انہوں نے بہت کچھ خامہ فرسائی کی ہے۔ انہوں نے مکار پیروں مُلاؤں کے خلاف بھی جو بھولے بھالے مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں صدائے احتجاج بلند کی۔

علامہ مغفور اپنے مشن میں کامیاب ہوئے۔ انہوں نے اپنے ناول، افسانوں، نظموں اور مضمونوں کے ذریعہ عورت کے درجہ کو بلند کرکے مرد کے دل میں ہمدردی اور محبت کے جذبات پیدا کئے اور ان ناولوں کے ذریعہ سینکڑوں انسانی زندگیاں سُدھر گئیں۔

یہ افسانے، ناول، نظمیں اور مضامین سوسائٹی پر اس قدر اثر انداز ہوئے اور معاشرے میں زبردست انقلاب پیدا کردیا کہ کایا ہی پلٹ گئی اور مسلم قوم خواب غفلت سے چونک پڑی وہ صرف طبقہ نسواں کے ہی مصلح نہ تھے بلکہ مردوں کے طبقہ پر بھی اُن کا احسان عظیم ہے کیونکہ مرد کا کردار بھی عورت ہی کا رہین منت ہوتا ہے یہ اُن ہی کی ان تھک کوششوں کا نتیجہ ہے بھارت اور پاکستان کی مُسلمان عورت راہِ ترقی پر گامزن نظر آتی ہے۔ مسلم معاشرت پر اُن کا یہ زبردست احسان کبھی نہ بھلایا جاسکے گا۔

جوہرِ نسواں کراچی
زنانہ دستکاری کا بہترین رسالہ
قریبی بُک اسٹال یا
دفتر جوہرِ نسواں کراچی ۳ سے طلب فرمائیں
فون نمبر ۵۴۴۵۶

ہدیۂ عقیدت

بخدمت

علامہ راشد الخیریؒ

خورشید آرا بیگم صدیق علی خاں

بہت کم، زندگی کو اہلِ دل انسان ملتے ہیں
بہت کم، وقت کو تاریخ گر اذہان ملتے ہیں
بہت کم اس جہاں نے صاحبِ فکر و نظر پائے
بہت کم قوم کو ذی ہمت و ایقاں ملتے ہیں

نظر ملتی ہے لیکن دیدہ ور مشکل سے ملتا ہے
بہت ہیں راہبر لیکن خضر مشکل سے ملتا ہے
ہر اک انسان کے پہلو میں ہے دل لیکن قسم دل کی
دلِ ہمدرد و غم خوارِ بشر مشکل سے ملتا ہے

تبسم سے گلوں کی بہ نظر محظوظ ہوتی ہے
جگر سوزیِ لالہ پر مگر شبنم ہی روتی ہے
شکستہ شاخ و گرتی پتیوں کا کون ساتھی ہے
مگر چشمِ حقیقت میں سرشکِ غم پروتی ہے

وہ دن آئے کہ رُت بدلی۔ زمانہ کا چلن بدلا
مزاجِ شعر بدلا۔ رنگ و حسنِ شاعری نکھرا
نئے عنواں۔ نئے موضوع، نئے مضمون، نئی قدریں
ادب نے زندگی کی آئینہ داری کا فن سیکھا

قطعات

ادیبوں نے کبھی بھر دی مانگ اُردو کی ستاروں سے
نرالا بانکپن آیا۔ ادب کے شہ کاروں سے
کہیں آزاد و سرسیّد، کہیں شبلی، کہیں حالی
خراجِ حسن لیتے تھے تخیل کی بہاروں سے

نذیر احمد نے دی دستک درِ زندانِ عورت پر
جواب آیا "ہے کوئی جو ہو غم گیں میری حالت پر"
یکایک خامۂ غم آفرینِ حضرت راشد
لہو کے اشک برسانے لگا اُس کی مصیبت پر

خواتین آپ کی ممنون ہیں اے راشد الخیری
کٹھن تھا راستہ، مفقود منزل، بوجھ تھا بھاری
مگر سچی لگن۔ اخلاصِ نیت۔ عزم و ہمت سے
جھنجھوڑا قوم کو "کیوں نصف بہتر سے ہے بیزاری"

رفاقت اِس کی مردوں کے لئے نایاب نعمت ہے
محبت اِس کی فطرت ہے۔ وفاداری طبیعت ہے
جو نسلوں کو بڑھاتی ہے۔ جو قوموں کو بناتی ہے
"یہ عورت ہے، یہ عورت ہے، یہ عورت ہے، یہ عورت ہے"

Taj Tahir Foundation

بدرالنسا رحمٰن ایم۔ اے

(افسانہ)

مہربان دوست

آج اخبار کے پہلے ہی صفحہ پر سیٹھ گلاب چند پونا والا کی موت کی خبر شائع ہوئی تھی خبر کے چاروں طرف سیاہ حاشیے میں اس کی زندگی کے حالات بھی تھے جیسے عام طور پر بڑے آدمیوں کی کارگذاری کو جیتے جی اور پھر اس دنیا سے گذر جانے کے بعد خوب خوب اچھالا جاتا ہے سیٹھ جی قومی خدمت گذار، غریب پرور، دوست نواز اور مخیّر لوگوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ وہ بمبئی میں ایک کامیاب سوداگر تھے۔

یوں تو رہنے والے شہر پونا کے تھے لیکن تجارت کے سلسلے میں برابر بمبئی آنا جانا رہتا تھا۔ بہت عرصہ ہوا میری ان سے اتفاقاً ملاقات برٹش کلب میں ہوگئی تھی اور کافی عرصے تک ہم کو اکٹھے رہنے کا اتفاق رہا۔

ان کے مرنے کی خبر نے میرے دل ودماغ پر انمٹ خیالوں کا ایک سلسلہ شروع کر دیا۔ جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ میری سیٹھ جی سے اتفاقاً ہی ملاقات ہوگئی اور میں پہلی نظر میں ان کو دیکھ کر بہت مرعوب ہوا۔

کچھ شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں جن کو دیکھ کر آپ پہلی ہی نظر میں دل کی گہرائیوں میں جگہ دے دیتے ہیں اور اکثر لوگوں سے آپ مدتوں ملتے رہتے لیکن بس ملاقات اوپری دل سے اور واجبی سی رہتی ہے۔ عام طور پر ہم قیافہ شناسی پر بھروسہ کرتے ہیں اور انسان کے چہرے بشرے بات چیت کرنے کے طریقوں ہی سے اس کی عادات کا اندازہ لگاتے ہیں اور اکثر وبیشتر چہرہ شناسی سے ہی ہمارا واہمہ صحیح ہوتا ہے یہ اور بات ہے کہ ناول اور پردۂ تصویر پر جو کیرکٹر پیش کئے جاتے ہیں وہ حقیقت سے دور ہوتے ہیرو اور ہیروئن دونوں جمیع صفات سے متصف ہوتے ہیں۔ ہیروئن میں چہرہ مہرہ ناک نقشہ سج دھج غرض کہ ہر چیز معیاری ہوگی اور ہیرو بھی تمام اخلاقی صفات شجاعت ہمت سخاوت مروّت اور ہمدردی عقل و دانش کا مجموعہ ہوگا اگر کوئی بدمعاش کیرکٹر ہے تو انتہا ظالم بددیانت کہ اس کے ظلم کے پنجے سے نکلنا دشوار نظر آئے گا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہم میں اس قدر متضاد خوبیاں اور خرابیاں ہیں کہ کسی کی شکل دیکھ کر یا معمولی واقفیت رکھ کر اس کی عادات واطوار سے اس کی جبلی فطرت کا اندازہ لگانا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے اپنے دیرینہ دوستوں کے متعلق بھی میں اس سے زیادہ کہنے کی جسارت نہیں کر سکتا کہ ان کی جبلی فطرت کے متعلق واجبی واقفیت رکھتا ہوں۔

ہاں تو سیٹھ گلاب چند پونا والا کو پہلی ہی نظر میں دیکھ کر بے حد مرعوب ہوا اور ان کو ناول کے اچھوتے ہیرو سے بھی بڑھ کر سمجھنے لگا۔ کیونکہ شکل وصورت حرکات وسکنات سے انتہائی ذہین شریف اور ہمدرد معلوم ہوتے۔ اخلاق کا مجسم نمونہ انسانی ہمدردی اور خلوص کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، لوگ اس کی پیٹھ پیچھے بھی بے حد تعریفیں کرتے اگر اس کے متعلق کوئی زبانی ایک لفظ بھی خلاف کہتا تو میں اس کو انسانیت کا بدترین دشمن سمجھتا۔ وہ چھوٹے سے قد کا اکہرے بدن کا آدمی تھا عمر کوئی ساٹھ کے لگ بھگ تھی۔ بال سفید ریشمی خوب گھنے جس نے ایک پروقار چہرے کو بہت بارعب بنا دیا تھا چہرہ سرخ وسفید شرافت کا پیکر گہری نیلی آنکھوں میں بلا کی ذہانت اور سنجیدگی تھی اس کی آواز میں حد درجہ ملائمت تھی غالباً اُس نے کبھی کسی ملازم سے بھی درشت کلامی نہ کی ہوگی۔ برج کھیلنے کا بہت شوقین تھا اور واقعی وہ تھا بھی بہت اچھا کھلاڑی۔ برج میرا بھی بہترین مشغلہ ہے چونکہ مجھ کو جہاز کے انتظار میں کئی دن بمبئی ٹھہرنا پڑا تو وقت گذاری کے لئے ہم اکٹھے کئی کئی دن روزانہ تاش کھیلتے۔ تمام دوستوں کے ساتھ بہت سنجیدہ خوش گفتار انتہائی ذہین بردبار اور سمجھدار انسان معلوم ہوتا۔ کلب میں اس کے واقف وناواقف سب ہی مداح تھے وہ اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ کلب میں ٹھہرا ہوا تھا اس نے مجھے

Taj Tahir Foundation

پہلی ملاقات پر کھانے پر مدعو کیا اور کئی بار چائے اور کھانے سے تواضع کی بظاہر اُس کی خانگی زندگی بھی بہت کامیاب تھی وہ بیوی بچوں کے ساتھ انتہائی جاذبیت محبت اور خلوص سے پیش آتا اس کا ادنیٰ دوست بھی اپنے لئے انتہائی خلوص محسوس کرتا۔ اس کو برج کھیلنے سے جنون کی حد تک عشق تھا اس کے گٹھے ہوئے جسم سے اندازہ ہوتا کہ وہ صرف عمدہ کھلاڑی رہا ہوگا۔ لکھ پتی آدمی تھا اور تمام دولت اس کی اپنی محنت شاقہ سے پیدا کی ہوئی تھی۔ اس کی باغ و بہار شخصیت میں ہر دوست پناہ لیتا ہوا محسوس کرتا۔ دولت وجاہت شان و شوکت کے ساتھ نرم دلی کہیں کہیں نظر آتی ہے لیکن سیٹھ جی کی نرم دلی سے یقین ہوتا کہ ایک مکھی کو بھی مرتا نہیں دیکھ سکتے۔ تاش کھیلنے اور کھانے کھلاتے وقت بڑے مزیدار چٹپٹے واقعات اور قصے خوش خوش ہو ہو کر سُناتے غرض کہ یہ فرشتہ صفت انسان سراپا خوبی تھا۔

ایک دن ہم ہوٹل کے وسیع لاونج میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کھڑکیوں سے بندرگاہ کا منظر سامنے تھا دور دیو جہاز سمندر کے ساحل پر دنیا کے ملکوں میں روانہ ہونے کے انتظار میں کھڑے تھے جس میں سے چند نئے اور کچھ زنگ خوردہ اونچے نیچے رنگین بادبان ہوا میں لہرا رہے تھے۔ باہر حدِ نظر تک سڑکوں پر موٹروں سائیکلوں اور پیدل رنگ برنگے کپڑوں میں ملبوس لوگوں کی ریل پیل کی دنیا بہت ہی سہانی نظر آ رہی تھی۔ باوجود اس قدر ہماہمی کے خدا معلوم کیوں ایسا معلوم ہوتا کہ اس جگہ کا منظر دل کو ابدی سکون پہونچا رہا ہے ہیں محو نظارہ تھا کہ سیٹھ صاحب میرے قریب آئے کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئے اور مخاطب ہوئے۔

"تھوڑی سی پیجئے" اور تالی بجا کر بیرے کو دو گلاس شراب کا حکم دیا اس درمیان میں ایک صاحب نے باہر سے دیکھ کر مجھ سے ہاتھ ملایا۔

میں نے بھی جواباً ہاتھ ہوا میں لہرا دیا۔

سیٹھ گلاب چند فوراً سوالیہ نگاہوں سے دیکھ کر مجھ سے مخاطب ہوئے "کیا تم موتی لال کو جانتے ہو؟"

"میں اس سے کلب ہی میں ملا ہوں میرا خیال ہے اچھا آدمی ہے"۔ میں نے برجستہ کہا۔ سیٹھ صاحب گویا ہوئے۔ "ہاں میرا بھی یہی خیال ہے یہاں اس قسم کے بہت لوگ ہیں یہ برج بہت عمدہ کھیلتا ہے۔ پچھلے سال یہاں ایک میرا ہم نام برج کا کھلاڑی تھا اس سے اچھا کھلاڑی میں نے آج تک نہیں دیکھا میرا خیال ہے تم شاید اس سے پونا میں ملے ہوگے وہ پونا کے اچھے کلبوں کا روح رواں تھا"۔

"نہیں میرا خیال نہیں ہے کہ اس نام کے کسی دوسرے شخص سے کبھی ملا ہوں"۔ سیٹھ گلاب چند کے سرخ چہرے پر مزید سرخی عود کر آئی انہوں نے مُٹھی بھینچ کر میز پر ماری اور کہا "یار ایک بڑے مزیدار کہانی تم کو سناتا ہوں اور پھر بہت مزے لے کر شروع سے آخر تک جو کہتا گیا وہ آج بھی میرے کان میں گونج رہا ہے۔

سیٹھ جی۔ "اچھا تو وہ میرا ہم نام تھا خراب آدمی نہ تھا۔ برج کا بہترین کھلاڑی تھا میں اس کے ساتھ بہت کھیلتا اور بیشتر وہ مجھ کو ہرا دیتا اور کافی رقم مجھے ادا کرنی پڑتی۔ ہمیشہ عمدہ لباس پہنتا اور بہت سجیلا اور وجیہہ نوجوان معلوم ہوتا، گھنگریالے بال، سرخ و سفید رنگت عورتیں اس پر جان دیتیں بڑا نفیس انسان تھا۔ بس پینے کی لت تھی۔ بے تحاشا پیتا اور دنیا و مافیہا سے گم ہو جاتا۔ اس قسم کے لاابالے لوگ اکثر خراب عادتوں کے رسیا ہو جاتے ہیں اس کے گھر سے کچھ رقم آ جاتی باقی تاش سے جیت لیا کرتا اس طرح خوب گلچھرے اڑایا کرتا۔

لیکن تاش اور جوا ہی اگر انسان کی زندگی کو گذارنے کے لئے کافی ہوتا تو دنیا میں لوگوں کو مزید جد و جہد کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی جس طرح وہ کھیل میں جیتتا اسی طرح جب ہارتا تو ہارتا ہی چلا جاتا جب ہارے جواری کی طرح وہ اپنی صاف ستھری ٹھوڑی پر دُبلے پتلے ہاتھ رکھ کر سوچتا تو معلوم ہوتا کہ ناکامیوں سے بالکل مایوس ہو کر خودکشی کے سوا کوئی چارۂ کار سمجھ میں نہیں آ رہا۔

میں نے اس کی طرف نظر اٹھائی واقعی وہ بے حد مضطرب اور

Taj Tahir Foundation

حواس باختہ ہو رہا تھا۔ غم غلط کرنے کے لئے غالباً شراب کی مقدار کئی گُنی کر دی تھی۔ اس کے چہرے کی تمازت اور رعنائی بالکل ماند پڑ چکی تھی۔ تیس سال کی عمر کا حسین نوجوان اس وقت پچاس سال سے زیادہ معلوم ہو رہا تھا۔

"اچھا تم تاش کھیلنے کے علاوہ کچھ اور بھی کر سکتے ہو؟" میں نے چھیڑنے کے انداز میں سوال کیا۔

"ہاں میں تیر بھی سکتا ہوں؟" اس نے عاجزانہ طور پر جواب دیا۔ میں بے ساختہ ہنس پڑا۔ "تیر سکتے ہو کمال ہے بخدا میرے کان اس لاغر جثے کے متعلق 'تیرنے' کا لفظ سننے کو تیار نہ تھے اُونہہ۔ تم ضرور دماغی توازن کھو چکے ہو۔"

"میں یونیورسٹی کی طرف سے تیراکی کے مقابلہ میں کئی مرتبہ شریک ہوا۔ مجھے بڑے بڑے انعامات ملے۔ جوانی میں خدا کی قسم میں بہت عمدہ تیراک تھا۔" اس نے مجھے یقین دلانے کے طور پر گڑگڑا کر سمجھایا۔ دفعتاً میرے ذہن میں ایک مزے دار سوال آیا "میں بھی ایک بہت بڑا تیراک تھا تم پونا کے جغرافیہ سے تو اچھی طرح واقف ہو؟"

"جی نہیں۔" اس نے اکتا کر جواب دیا۔

"اچھا تو ایک مرتبہ میں تیراکی کے مقابلے میں شریک ہوا بہت مشکل کام تھا۔ کیونکہ دریا کا دھارا بہت ہی تیز ہے اور ہمیشہ گرداب میں رہتا ہے اس کا کُل فاصلہ تین میل ہے اگر تم صرف ایک چکر لگا لو تو یقیناً میں تم کو بہت اعلیٰ ملازمت دے دوں گا۔"

میرے اس سوال پر وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھ کو دیکھتا رہا جیسے اس پر سکتہ طاری ہو گیا ہو۔

"تم تو کہتے ہو تم عمدہ تیراک ہو اب شش و پنج میں کیوں ہو؟"

اس نے بے چارگی اور مایوسی کے ساتھ جواب دیا "میری حالت اب اس قابل نہیں رہی۔"

میں نے اس کی طرف سے منہ پھیر کر میز پر پڑی ہوئی فائلوں کو الٹنا شروع کر دیا۔

اس نے اُکتاہٹ مٹانے کو اِدھر اُدھر سپاٹ نظروں سے دیکھا پھر بھرائی آواز سے کہا۔ "بہت بہتر ہے میں کب ایسا کروں؟"

میں نے گھڑی کی طرف دیکھ کر کہا "دیکھو اس وقت صرف دس بجے ہیں میں سوا بارہ بجے کریک پر پہونچ جاؤں گا تم کو آہستہ آہستہ تیرنے کے لئے بھی صرف ڈیڑھ گھنٹہ سے زیادہ نہیں لگ سکتا وہاں تم میرا انتظار کرنا میں تم کو کپڑا بدلوانے کلب لے چلوں گا ہم اکٹھے دن کا کھانا کھائیں گے اور پھر اپنی ملازمت بھی پکّی ہی سمجھ لو کل سے کام کرنا۔"

وہ اٹھ کھڑا ہوا ہم نے مصافحہ کیا وہ تیز قدموں سے باہر نکل گیا

اس دن غیر معمولی طور پر مجھ کو بہت کام تھا اور میں ساڑھے بارہ بجے جائے مقصود پر پہنچا کیونکہ مجھے یقین کامل تھا کہ وہ کبھی بھی تیر کر نہیں پہونچ سکتا۔

سیٹھ صاحب کی طویل گفتگو میں بڑے انہماک اور حیرت سے سنتا رہا اور فیصلہ کن لہجہ میں سوال کیا کہ "کیا آخری لمحے پر وہ دھوکہ دے کر غائب ہو گیا۔"

"نہیں اس کی بھلا اُس میں کہاں ہمت تھی شراب نوشی اور لاابالی زندگی نے اس کے جسم کا عرق نچوڑ لیا تھا اس میں بھلا رکھا ہی کیا تھا جو وہ سمندر کی تیز و تند موجوں اور طوفانی گرداب کا اپنے جسم ناتواں سے مقابلہ کرتا۔ ہم کو تین چار دن اس کی لاش تلاش کرنے پر بھی نہ مل سکی۔"

میں نے سوال کیا سیٹھ جی جس وقت تم نے ملازمت دینے کا وعدہ کیا تھا کیا تم کو یقین تھا کہ وہ خیریت سے تیر کر واپس آ جائے گا۔"

"نہیں میرے دوست ہر گز نہیں میرے دفتر میں کوئی جگہ خالی نہ تھی۔" سیٹھ گلاب چند نے اپنی ٹھوڑی سہلاتے ہوئے کہا۔ میرے دماغ پر سیٹھ جی کا تصور ایک خونخوار جنگلی درندے سے زیادہ نہ رہا۔ خوش خیالی کے تمام سابقہ لمحے گہرے دفن ہو گئے۔

(ترجمہ اور تلخیص از انگریزی)

Taj Tahir Foundation

و-ا

کچھ پان کی بابت

دسمبر کے عصمت میں جو مضمون پان پر چھپا ہے اس میں بعض محاورے اور کہاوتیں باقی رہ گئی ہیں۔ چونکہ آج کل ان باتوں پر کم توجہ دی جاتی ہے۔ اکثر لوگ ان سے ناواقف رہتے ہیں۔ حال ہی کی بات ہے کہ کسی اسکول میں بچوں کو جملے بنانے کو دیئے گئے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ "باتیں بنانا"۔ اس کو ایک بچے نے یوں لکھا کہ" انہوں نے باتیں بنا بنا کر بھائی کو بالکل شیشے میں اتار لیا"۔ بالکل صحیح جملہ تھا لیکن ماسٹر صاحب کی اصلاح دیکھئے کہ انہوں نے" اتارنا" کاٹ کر شیشے پر چڑھا لیا لکھا۔ نہ معلوم کہاں اس طرح بولتے ہوں گے۔؟

اس پان والے مضمون میں بھی ذرا سی غلطی ہو گئی ہے کہ دبلے پتلے کمزور کو پان سا پتلا اور چاند سا چکلہ کہتے ہیں۔ کمزور کو اصل میں دھان پان کہتے ہیں۔ یعنی اس طرح کہ" وہ آتنی دھان پان سی تو خود ہیں اتنی محنت جو کی بیمار ہو گئیں" اور یہ تو پاٹر کی پہیلی ہے کہ پان سا پتلا چاند سا چکلا۔ جو نہ بوجھے اس کی آنکھ میں تکلا: بہت پیار و محبت کی جگہ پر "پھول پان" بولتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ وہ تو ننھے کے بچوں کو پھول پان کی طرح رکھتی ہیں۔

ایک محاورہ یہ بھی ہے کہ "مان کا پان" بھی بہت ہے یہ ایسے موقع پر بولا جاتا ہے جب جلدی میں بڑی محبت اور خوشی سے ذرا سی خاطر کر دی جائے یا میزبان زیادہ تکلّف کرنا چاہیں تو مہمان عذر کرتے اور یوں کہتے ہیں: اسے ہے اتنی تکلیف نہ کیجئے مان کا تو پان بھی بہت ہے دو اور پرانے زمانے کی کہاوتیں ہیں ایک یہ کہ۔ حقّہ و پان ہر دو نیت تو نگراں۔ دوسرا یہ کہ۔ محفل حیران جہاں پان بنا شد اور ڈومنی حیران جہاں بیل نہ باشد۔ بیل اس روپیہ کو کہتے ہیں جو مہمان گانے والوں کو بطور انعام دیتے ہیں۔

ماہر القادری

مردِ مومن

کھُل جاتی ہے ہر آن میں مومن کی نظر سے
تدبیر کی گتھی ہو کہ تقدیر کی پیچاک

ہر سانس کی آواز ہے اک نعرۂ تکبیر
تلوار کا جوہر ہے مسلمان کا ادراک

اس آگ کے شعلے دلِ مسلم میں ہیں غلطاں
وہ آگ جو بجلی بھی ہے اور موجۂ نمناک

لاتا نہیں خاطر میں یہ طوفان کی شورش
اللہ نے بخشی ہے اسے جرأتِ بیباک

مسلم کی ترقی میں ہے فطرت کا توازن
برسات میں جیسے کوئی دانہ ہو تہِ خاک

مومن کی فقط جوہرِ فطرت پہ نظر ہے
رنگینیٔ لالہ ہو کہ بے رنگیٔ خاشاک

یہ چاہے تو ذرّوں کو ستاروں سے ملا دے
اک کھیل ہے مومن کے لئے گردشِ افلاک

کونین پہ ہے مردِ مسلماں کی حکومت
ہے بندۂ اللہ، غلام شہِ لولاک ﷺ

Taj Tahir Foundation

میجر شارق دہلوی

علالت سے انتقال تک

ہماری معاشرت کا کیا کہنا اس میں بیمار پڑنے کی کسے مہلت ہے اور بالفرض کسی مصیبت کا مارا اس ناگزیر حادثے کا شکار ہو جائے تو پھر دوبارہ بیمار پڑنے کی اسے ہمت نہ ہوگی تا وقتیکہ مرض الموت ہی زبردستی نہ آدبوچے کہ وہ کسی کے بس کی بات نہیں دیکھا یہ گیا ہے کہ بیمار پرسی کرنے والے مریض اور تیمارداروں کو غم دو جہاں بخشنے آدھمکتے ہیں۔ پان سگریٹ تو معمولی سی بات ہے چائے اور تازہ پھلوں سے سب کی یکے بعد دیگرے آؤ بھگت کیجئے اور مریض کی دیکھ بھال سے زیادہ ان پرسانِ حال کا خیال رکھئے اور اس خیال میں حفظ مراتب کو کبھی نہ بھولئے۔ جو بھی عزیز یا دوست آئے گا وہ ہر مرض کے لئے ایک نسخۂ مجرب ہمراہ لائے گا۔ ایک صاحب کہیں گے بھئی تم لوگ تو موجودہ زمانے کے ہو ڈاکٹری علاج کر رہے ہوگے مگر یہ خیال رہے کہ ڈاکٹری دوائیں ذرا گرم ہوتی ہیں ہماری مانو تو حکیم شفاء الملک کو دکھاؤ خدا نے ان کے ہاتھ میں بڑی شفا دی ہے اور نباض تو ایسے ہیں کہ نبض دیکھتے ہی سو پشت کا حال بتا دیتے ہیں۔ دوسرے آئیں گے وہ پیٹنٹ دواؤں کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملائیں گے اور مریض اور تیمارداروں کی لاعلمی پر ترس کھاتے اور چائے پیتے چلے جائیں گے۔

مریض کے گھر کا خرچ دینے ہی دوا دارو سے دوگنا ہو جاتا ہے یہ منکر نکیر مفلسی میں اور آٹا گیلا کرتے ہیں۔ سچ یہ ہے آج کل بیمار پڑنا اور بالخصوص عرصہ دراز تک صاحب فراش رہنے کی عیاشی میں مبتلا ہونا بڑے ہی دل گردے کا کام ہے۔

ڈاکٹروں کا یہ حال ہے کہ وہ بس فیس لینا اور نسخہ لکھنا جانتے ہیں اس کے بعد مریض جئے یا مرے ان کی بلا سے۔ ایک ڈاکٹر ایک ہی مریض کے لئے تپ محرقہ تشخیص کرے گا دوسرا تپ دق کی ابتدا بتا دے گا تیسرا کوئی اور یعنی جتنے ڈاکٹر اتنے ہی امراض اور پھر آج کل تو سپیشلسٹوں کا زمانہ ہے سینے کا ماہر خصوصی ایک ڈاکٹر کان کا دوسرا دانت کا تیسرا حلق کا چوتھا اور چاہے آپ کسی معمولی سے عارضے میں مبتلا ہوں ڈاکٹر یہی کہے گا۔ "اس سے پہلے علاج کس کا تھا؟" اس پر جواب دیں گے فلاں ڈاکٹر کا تھا وہ جواب دیں گے "جناب مرض تو دوسرا ہے علاج غلط ہوا غنیمت ہے کہ اب بھی آپ صحیح جگہ آ گئے ورنہ کبھی کے مرحوم و مغفور ہو چکے ہوتے اچھا اب آپ قارورہ، خون ٹیسٹ کرا کے اور سینے کا عکس رے کرا کے ذرا جلدی سے رپورٹیں لے آئیں" لیجئے صاحب آ گئے آپ سینکڑوں روپیہ کے پھیر میں اور ان سب رپورٹوں کے بعد یہ حکیم لقمان مرض کی تشخیص فرمانے کی زحمت گوارا کریں گے۔ تا تریاق از عراق والا مضمون ہوا بالفرض آپ نے مجبور ہو کر یا اللہ تعالیٰ نے رحم کھا کر مرض الموت دے دیا تو اگر یہ مرض ایسا ہے کہ آپ کو چٹ پٹ کر دے تو یہ اس کی کرمی اور آپ کی جیت ہے ورنہ مریض جیتے جی آپ بھی مرتا ہے اور اپنے تیمارداروں کو مُردوں سے بدتر کر کے راہی ملک عدم ہوتا ہے۔

دوائیں اس قدر مہنگی کہ انکی خریداری کے لئے رئیس اعظم ہی ہونا چاہیے ڈاکٹروں کی فیس اور عیادت کرنے والوں کی یورش بس مرض آیا اور کمائی بند ہوئی اور خرچ آسمان پر جا پہنچا۔ مرتے وقت مریض کے ورثاء پیسے پیسے کو محتاج ہو جاتے ہیں اور پھر یہ حادثہ جو ناگزیر ہے ہو گیا تو گور کفن یعنی اوّل منزل کرنے کے بعد بھی اچھی کافی رقم اور بھاگ دوڑ کرنا پڑتی ہے۔ اگر قرض یا ادھار لے کر ان رسوم ضروری سے عہدہ برا ہونے کی ہمت بھی کر لی تو بھی پسماندگان کی بے بسی اور حسرت پر اعزا کو ترس نہ آئے گا۔ شکوے شکایتوں کے پُل بندھ جائینگے ایک کہے گا ہم اتنے قریب تھے ہمیں بروقت اطلاع بھی نہ دی دوسرا کہے گا علاج

Taj Tahir Foundation

میں کوتاہی ہوئی غم واندوہ سے آپ کا دل ویسے ہی فگار ہے مگر یار لوگوں کو یہ شکوہ ہے کہ قبرستان لے جانے کے لئے ٹرانسپورٹ کا معقول انتظام نہ تھا اور قبرستان میں سوئم یعنی کس دن پھول ہوں گے اور فاتحہ ہوگی اس کا اعلان نہیں کیا گیا بعض کہیں گے بھئی کیا کہیں مرگئے مردود جن کی فاتحہ نہ درود۔ ورثا نے گور گڑھا بھی ڈھنگ کا نہ دیا جو عورت بھی غریب بیوہ سے ملنے آئے گی جس کا سہاگ لٹا ہوا ہے وہ بجائے اسے تسلی دینے کے رونے پر آمادہ کرے گی خود بھی روئے گی اور اُسے بھی رلائے گی ؂

تمہیں بتائیں کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا
پلاؤ کھائیں گے احباب فاتحہ ہوگا

مردہ دوزخ میں جائے یا جنت میں ان کو اپنے حلوے مانڈھے سے کام ہے سوگوار خاندان کو زیر بار کرنے والے یہ دنیا پرست نہیں جانتے کہ ایک روز انکو بھی مرنا ہے۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے راقم الحروف کا دل زندگی سے تو خیر تھا ہی موت سے بھی سرد ہو گیا یعنی اس معاشرے میں مرنا بھی پورے کنبے پر عذاب ناگہانی لاتا ہے کیونکہ ہماری معاشرت میں غلط رسم ورواج کی وجہ سے مرنا بھی مشکل کام ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ میرے پیچھے کسی بھی مسلمان کو برا نہ کہو مگر اب اس کے برعکس یہ دیکھا جاتا ہے کہ فاتحہ میں لوگ قرآن خوانی کم کرتے ہیں اور مرحوم ومغفور پر طعن تشنیع زیادہ گویہ طعن بالواسطہ ہوا کرتا ہے اور اب قرآن خوانی کے لئے پیشہ ور حفاظ بلائے جاتے ہیں جو اگر پہلے ہی سے کہیں اور بک نہ ہوئے تو جلدی جلدی تلاوت فرمائیں گے۔ نماز جنازہ پڑھانے والے لوگ فیس لیتے ہیں۔

سبحان اللہ ہمارے معاشرے کی علالت سے ہلاکت تک کوئی کل سیدھی نہیں۔ بس دعا یہی ہے کہ خدا اس خاکسار کو اچانک ہی اٹھالے اور بعد اٹھانے کے پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا کرے صبر مرنے والوں پر نہیں بلکہ جینے والوں کے جگر خراش اور بے ہمدردانہ رویے پر۔

ناز بخش پرتابگڈھی

طارق

کیا اُسے تونے بھی اے گردشِ دوراں دیکھا
جس کو جرأت نے بھی بادیدۂ حیراں دیکھا

کیا جیالا تھا وہ ایماں کی حرارت والا
دہر نے جس کو سدا موت پہ خنداں دیکھا

ارض اسپین کو بھولے گا نہ وہ لمحہ کبھی
اس نے جب پہلے پہل جلوۂ ایماں دیکھا

اور ہر چہرۂ تابانِ مجاہد سے عیاں ؂
ایک رنگ، ایک یقین، ایک ہی ارماں دیکھا

ایک ہی فیصلہ کُن بات ہر اک ہونٹ پہ تھی
ایک ہی فکر میں ہر فرد کو غلطاں دیکھا

واپسی کا نہ تصوّر، نہ ارادہ نہ خیال ؂
ہر نفس جان لٹا دینے کا ارماں دیکھا

ایک مقصد ہے تو نام ایک ہو غازی کہ شہید
اک یہ اعلان ہر اک سمت نمایاں دیکھا

عزم محکم کو سفینوں کی ضرورت نہ رہی ؂
مرد مومن نے سوئے قوتِ ایماں دیکھا

دُور تک جلتی ہوئی کشتیاں چکرانے لگیں
دیر تک ساحلِ اندلس نے چراغاں دیکھا

پھر نہ آپ اپنے کو تاریخ نے دہرایا کبھی
وقت نے پھر نہ اس انداز کا انساں دیکھا

آفریں باد بر آں ہمتِ مردانۂ اُو
جس نے ہر موڑ پہ خالق کو نگہباں دیکھا

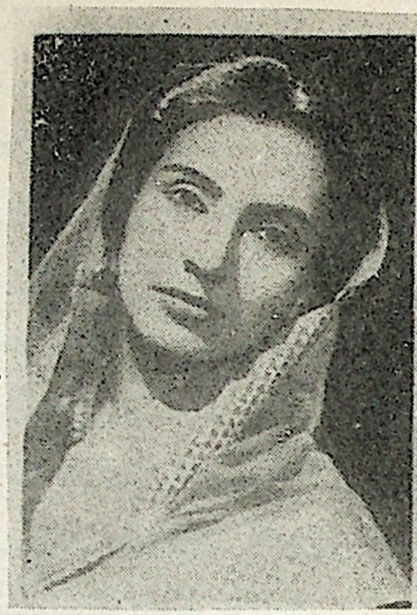

ڈاکٹر شائستہ سہروردی

مراکش میں جدوجہدِ آزادی

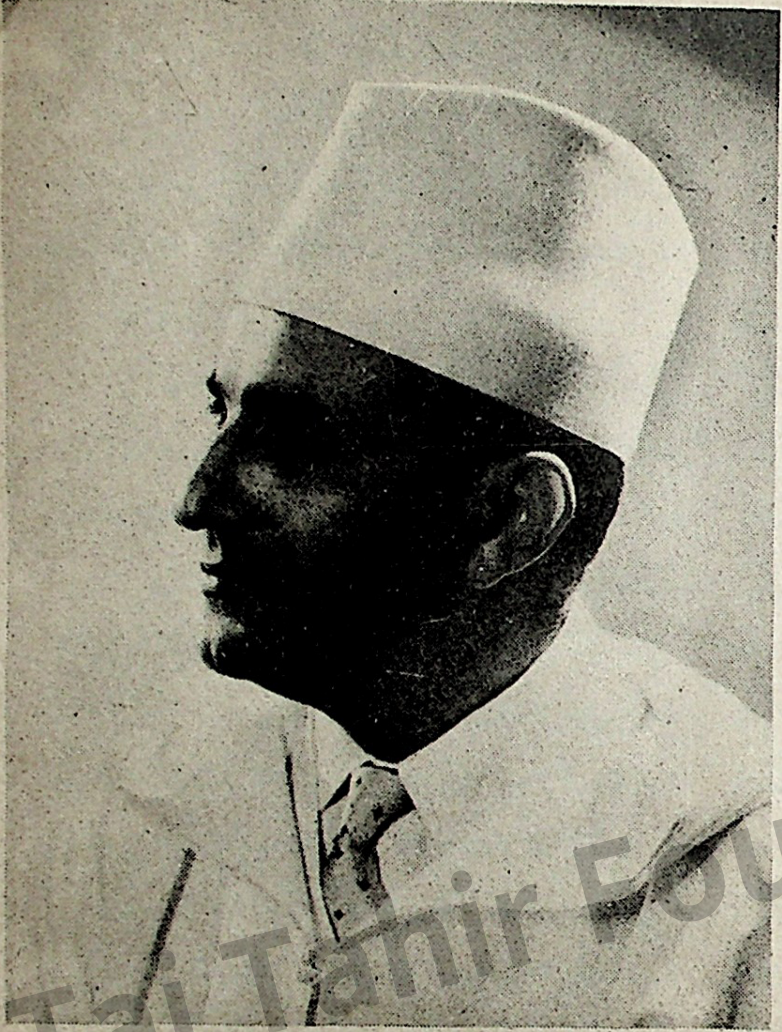

سلطان محمد پنجم مرحوم ـــــ والیٔ مراکش

سنہ ۱۹۱۲ء میں فرانس مراکش پر قابض ہوگیا تھا لیکن پہاڑوں کے رہنے والے آزاد قبیلوں نے فرانس کی حکومت تسلیم نہیں کی تھی اور وہ برابر اس کے خلاف جدوجہد کرتے رہے۔

سنہ ۱۹۲۴ء میں ریف کے پہاڑی علاقہ کے سردار عبدالکریم نے باقاعدہ سپین اور فرانس کے خلاف جنگ شروع کی۔ اور دو ڈھائی سال بڑی ہمت کے ساتھ اپنے سے بیسیوں گنے طاقت ور دشمن سے لڑتا رہا۔ ان کے پاس جنگی اسلحہ یا ہتھیار کچھ بھی نہ تھے سپین کے سپاہیوں سے چھین چھین کر جو ہتھیار ہاتھ لگتا اسی سے وہ شیر دل مسلمان اپنے ملک کی آزادی کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا کر جنگ کرتا رہا۔

شکست دینے کے لئے فرانس اور اسپین کی متحدہ قوتوں کو ۵ لاکھ سپاہی جدید جنگی سامان ٹینک اور ہوائی جہاز اکٹھے کرنے پڑے۔ یہ سنہ ۱۹۲۶ء کی بات ہے اس زمانے میں حفیظ جالندھری کی نظم "مراکش کی حسین لڑکی" تہذیب میں چھپ کر مقبول ہوئی تھی۔ غازی عبدالکریم کو فرانسیسیوں نے جلاوطن کردیا۔ لیکن آزادی کی تحریک رک نہ سکی۔ اگست سنہ ۱۹۲۶ء میں ایک ۲۸ سالہ لڑکا احمد بالاخراج اپنے گھر کے باغ میں چند اور نوعمر طالب علموں کو جمع کرکے ایک پُرجوش تقریر میں اپنے ملک کی حالت پر توجہ دلا رہا، اور ایک کمیٹی بنا کر تنظیم کرنے کی تجویز کر رہا تھا۔ تقریباً اسی وقت فاس میں ایک اور ۲۲ سالہ طالب علم الال الفاسی، فاس کے قدیم مدرسے میں طالب علموں کو اکٹھا کرکے اپنی

Taj Tahir Foundation

شعلہ فشاں تقریر سے ملک کی آزادی کے لئے انہیں جدوجہد کرنے پر آمادہ کر رہا تھا ان دونوں کو ایک دوسرے کی کوششوں کا علم ہوا۔ اور انہوں نے مل کر "لیگ مراکش" قائم کی جو آگے چل کر "حزب استقلال" کے نام سے مشہور ہوئی جس کے ممبروں کی سرفروشانہ کوشش سے مراکش کو آزادی نصیب ہوئی۔

آج احمد بالاخراج اور الال الفاسی مراکش کے محترم اور معزز ترین ہستیوں میں ہیں مراکش کی آزادی کے بعد دونوں کچھ عرصے تک شاہی کابینہ کے ممبر رہے۔

بالاخراج وزیر خارجہ اور وزیر اعظم کی حیثیت سے اور الال الفاسی امور اسلامی کے وزیر کی حیثیت سے، آج کل بالاخراج بادشاہ کے معتمد خاص ہیں وہ مشرقی اور مغربی تہذیب کے امتزاج کا بہترین نمونہ ہیں۔ ان کا اخلاق، انکی شرافت، انکی مہمان نوازی ضرب المثل ہے۔ پاکستان نے ان کو پاسپورٹ دے کر مراکش کی حالت کو اقوام متحدہ کے آگے پیش کرنے کا موقع دیا تھا۔ جس کی وجہ سے آج تک مراکش کا ہر ایک چھوٹا بڑا پاکستان کا احسان مند ہے۔ وزراء اور امراء سے لے کر دوکاندار ٹیکسی ڈرائیور تک یہ سنتے ہی کہ ہم پاکستانی ہیں اس کا ذکر اس قدر احسان مندی کے ساتھ کرتے ہیں کہ ہمیں خجالت سی ہونے لگتی ہے۔ اور خود بالاخراج بڑے فخر سے اپنے کو پاکستانی کہتے ہیں۔ کسی کے احسان مند ہونے کا اعتراف حقیقی بڑائی کی نشانی ہے اور بالاخراج بے شک دنیا کے چند بڑے آدمیوں میں سے ہیں۔ اور یہ قوم بھی بڑی اعلیٰ ظرف ہے۔ ابھی حال میں کشمیر کی جنگ کے دوران میں مراکش کے بچے بچے کی ہمدردی ہمارے ساتھ تھی اور ان کے اخباروں کے کالم ہماری حمایت سے پر تھے اور جگہ جگہ جلسوں میں ہماری حمایت کی قراردادیں پاس ہوا کرتی تھیں اور لوگ پاکستان جا کر ہمارے ساتھ جنگ میں شریک ہونے پر اپنی آمادگی کا اظہار کرتے تھے۔ الال الفاسی حزب استقلال کے صدر ہیں اور ان کی تقریر میں آج بھی وہی شعلہ فشانی ہے۔ وہ مراکش کو اسلامی روایت کا حامل اور اپنی قدیم قدروں پر قائم دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ بین الاقوامی اخوت کے زبردست حامی ہیں۔

کشمیر کی جنگ کے دوران میں انہوں نے پاکستان کی حمایت میں بے دھڑک تقریریں کیں آج سے چالیس برس پہلے ان دونوں مقتدر لیڈروں کا پہلا کام مراکش کے جائز مطالبات فرانسیسی حکام کے سامنے پیش کرنا تھا۔ ان مطالبات کو بڑی حقارت کے ساتھ رد کر دیا گیا۔ لیوٹی مستعفی ہو چکا تھا اس کے بعد یکے بعد دیگرے جو بھی فرانسیسی پریسیڈنٹ آئے نہایت ہی مغرور اور جابر تھے۔ جن کا مقصد مراکش کے لوگوں کے جذبات کو ہر ممکن طریقہ سے ٹھیس پہنچانا تھا۔ اور فرانسیسی نوآبادیوں کے لالچ اور حق تلفی میں مدد کرنا تھا۔ مراکش کی حصول آزادی کی داستان طویل ہے۔ اس کے سلسلہ میں مراکش کے قید خانے آزادی کی جدوجہد کرنیوالوں سے بھر گئے۔ بالاخراج کو جیل بھیج دیا گیا۔ پھر جلاوطن کر دیا گیا۔ الال فاسی کو ۹ سال تک اسی جگہ جلاوطن کر دیا گیا۔ جہاں کی آب و ہوا بہت ہی خراب ہے استقلال کے دوسرے معزز ارکان نے مراکش سے باہر آ کر اپنے ملک کی آزادی کی جدوجہد جاری رکھی مراکش کی خوش قسمتی سے سلطان محمد پنجم ان کی آزادی کے روح رواں ثابت ہوئے وہ نہایت ہی بردبار، سلیم الطبع اور اپنے قوم اور ملک کے سچے معنوں میں بہی خواہ تھے فرانسیسیوں نے بہت کوشش کی کہ وہ قومی تحریک سے خود کو الگ کر لیں اور ہر ممکن دباؤ ان پر ڈالا۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی جنگ کے دوران میں سلطان محمد نے انتہائی شرافت سے کام لے کر فرانسیسیوں کی حمایت کی اور انکی کمزوری سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ استقلال کے لیڈروں نے بھی اس موقع پر اپنے مطالبات پر زور نہیں ڈالا۔ لیکن اس شریفانہ رویہ کی کوئی قدر نہیں ہوئی اور فرانسیسی حکومت جنگ کے بعد بھی مراکش کو اس کا جائز حق دینے سے انکار کرتی رہی امریکہ کے پریسیڈنٹ روزویلٹ نے زبانی سلطان کی حوصلہ افزائی کی لیکن عملی طور پر کوئی مدد نہ کی۔

مراکش میں آزادی کی جدوجہد پھر شروع ہوئی اس دفعہ صرف استقلالی کے لیڈر ہی نہیں خود سلطان کو بھی فرانسیسی حکومت نے میڈاگاسکر میں جلاوطن کر دیا۔ اور مراکش کے صوبہ کے طاقت ور گورنر

Taj Tahir Foundation

گلاوی پاشاہ اور علما میں سے ایک مشہور عالم کتیانی کی حمایت حاصل کرکے شاہی خاندان کے ایک بہت ہی بوڑھے فرد محمد بن عرفہ کو سلطان قرار دیا۔ اس واقعہ سے مراکش کے صبر کا پیمانہ چھلک گیا محمد بن عرفہ کو سلطان بنوانے میں ان کی کوشش یکسر ناکام رہی جمعہ کی نماز میں یہاں سلطان امامت کرتا ہے۔ لیکن محمد بن عرفہ کی امامت میں لوگوں نے نماز پڑھنے سے انکار کر دیا جن مسجدوں میں ان کے نام سے خطبہ پڑھا جاتا وہ مسجدیں خالی رہتیں۔ محمد بن عرفہ پر نماز کو جاتے ہوئے حملہ ہوا۔ سارے ملک میں بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی اور فرانسیسیوں کے قدم اکھڑ گئے۔ بالآخر انکو ہار ماننی پڑی۔
۱۶ نومبر ۱۹۵۶ء کو دو سال بعد وہ دن عید سے بڑھ کر تھا۔ ان کی کوششیں کامیاب ہوئیں اور ان کے شاندار قدیمی روائت کے ملک کو دوبارہ آزادی نصیب ہوئی۔ پانچ سال بعد ۵۲ سال کی عمر میں ایک معمولی سے آپریشن کے بعد سلطان محمد کا انتقال ہو گیا۔ اس ہر دل عزیز بادشاہ کی بے وقت موت مراکش کی انتہائی بدقسمتی ہے اپنے قلیل دور حکومت میں اس نے بہت کچھ کیا۔ اور آئندہ اس سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔ سلطان محمد کے گزرنے کے بعد ان کا بڑا لڑکا حسن، حسن ثانی کی حیثیت سے تخت نشین ہوا۔ یہ بادشاہ باوجود اپنی کم عمری کے اپنے باپ کے ساتھ آزادی کی جدوجہد میں برابر کا شریک رہا ہے اور مراکش کی ترقی اور بہبودی کا کوشاں ہے کم عمری اور ناتجربہ کاری کی بنا پر اس کا ابھی وہ مقام نہیں جو اس کے والد کا تھا اور دنیا کے حالات بھی بدلتے رہتے ہیں۔ تاہم جس کو بھی مراکش سے محبت اور اس کی قدیم روایات سے انس ہے اس کی دلی دعا ہے کہ خدائے تعالیٰ اس نوعمر بادشاہ کا معاون ہو اور اسے اپنے اہم فرائض کو بدرجہ احسن ادا کرنے کی توفیق دے۔

لطیف اسلم جالندھری

فرض شناسی

اسلام کے نامور جرنیل اور فاتح حضرت عمرو بن العاصؓ نے جب اسکندریہ فتح کر لیا تو اس شاندار ظفر مندی کی اطلاع بارگاہِ خلافت میں مدینہ شریف بھیجی۔ قاصد کے فرائض معاویہ بن خدیجؓ نے انجام دیئے جو عین دوپہر کے وقت شہر میں پہنچے۔ اور سوچا کہ اس وقت خلیفۃ المسلمین حضرت عمرؓ گھر میں آرام فرما رہے ہوں گے اس لئے مسجد نبوی ہی میں تھوڑی دیر دن ڈھلنے کا انتظار کرنا چاہیئے چنانچہ یہ سوچ کر وہ مسجد نبوی میں داخل ہو گئے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ حضرت عمرؓ کی ایک کنیز کا گزر ادھر سے ہوا۔ وہ معاویہ کو خوب جانتی تھی۔ اور اُسے ان کے مصر جانے کا بھی علم تھا اُس نے خلیفہ اسلام کو اُن کی آمد سے مطلع کر دیا جس پر آپ نے فوراً معاویہ کو طلب کر کے حالات دریافت کئے۔ فتح و نصرت کی خبر سن کر آپ سجدۂ شکر بجا لائے اور پھر معاویہ سے یہ خوشخبری تاخیر سے پہنچانے کی وجہ دریافت کی۔

معاویہؓ نے عرض کیا کہ اے خلیفۃ المسلمین! میں نے خیال کیا تھا کہ آپ دوپہر کے وقت آرام فرما رہے ہوں گے۔ اس لئے میں نے مسجد ہی میں ستانا مناسب سمجھا۔ تاکہ آپ کے آرام میں خلل انداز نہ ہو سکوں۔

حضرت عمر نے فرمایا "معاویہ! اگر میں رات کی بجائے دن کو سونے کی عادت ڈال لوں تو خلافت کے عظیم فرائض کی ذمہ داری سے عہدہ برآ کیوں کر ہو سکتا ہوں!"

عصمت بک ڈپو کراچی ۳
پاکیزہ اور بہترین زنانہ لٹریچر کا
سب سے بڑا دار الاشاعت

Taj Tahir Foundation

مردانہ مشاغل
مہارت کے کرتب

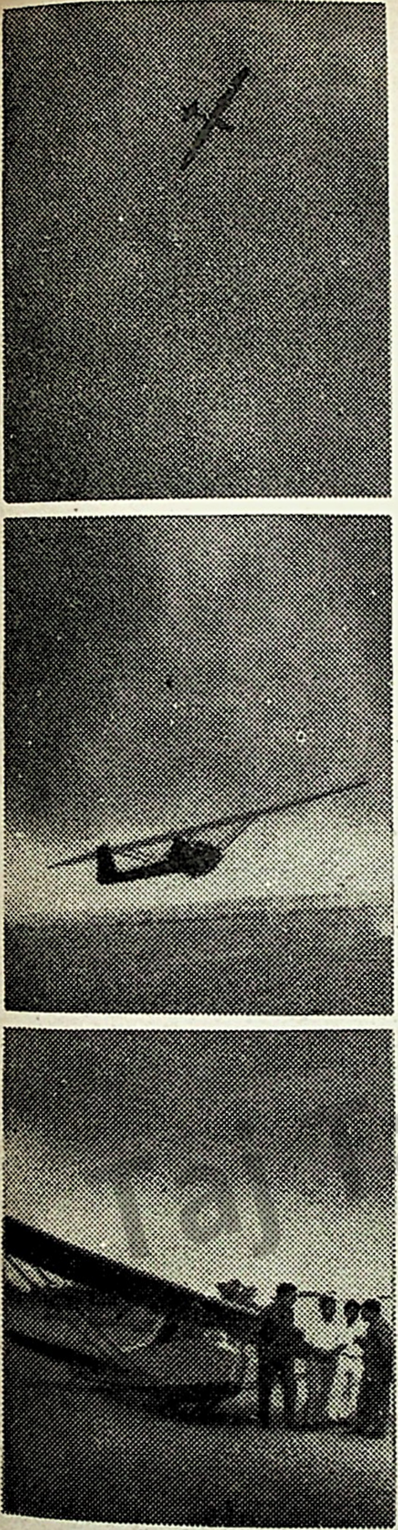

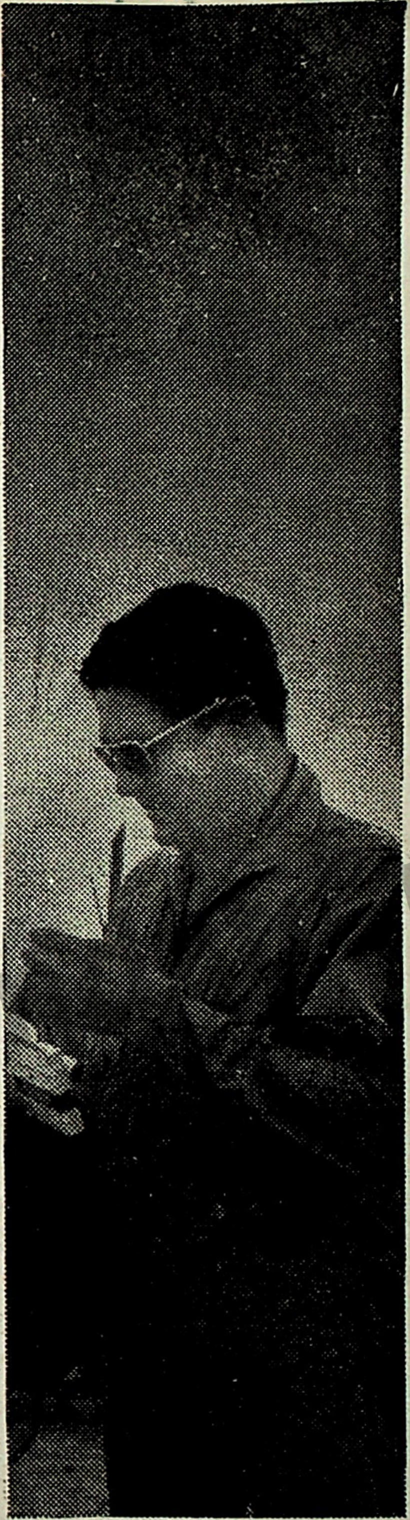

پُرلطف
سِگریٹ نوشی
کمالِ مُرکّب!

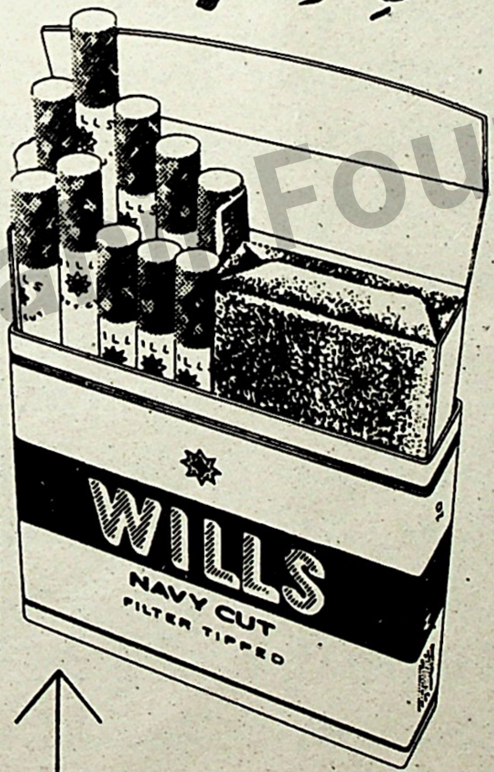

وِلز
فِلٹر ٹِپ

وِلز فِلٹر ٹِپ کا روایتی اعلےٰ معیار اور جدید فِلٹر
بے مثال حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے اعلےٰ تمباکو کا انتخاب
نہایت ماہرانہ طریقے سے کیا جاتا ہے۔ آپ کی
توقع کے مطابق وِلز فِلٹر ٹِپ سِگریٹ کا ہر کش باعثِ تسکین ہے۔

خوردہ قیمت
۲۰ سِگریٹ کے پیکٹ کی قیمت ۲۴ء۱ روپے
آپ کی سہولت کے لئے ۱۰ سگریٹ کے پیکٹ
بھی ۹۲ پیسے میں دستیاب ہیں۔

پاکستان ٹوبیکو کمپنی لِمیٹڈ

PAKISTAN TOBACCO
PTC
COMPANY LIMITED

JWT—66

PTC—512

بیگم آمنہ نازلی

(افسانہ)

بڑے ماموں

سنتے ہیں کہ بڑے ماموں نے اپنی ملازمت کے زمانہ میں کسی کا دل دُکھا کر کچھ نہیں لیا۔ جو جس نے راضی خوشی دے دیا بس اسکو اپنا حق سمجھا۔ ورنہ یوں تو نہ اُن کے محکمے میں ایک سے ایک نہا پیر کُھلم کُھلا کھاتا اور مزے سے توند پر ہاتھ پھیرتا۔ چپراسی کے بھی یہ دماغ کہ جب تک انکی جیب نہ گرم کرو چٹھی اندر نہ پہونچتی۔ بہتیرے اللہ کے بندے لائن لگائے کھڑے رہتے صبح سے شام تک پھر بھی باری نہ آتی۔

خیر یہ تو اُس وقت کی باتیں ہیں جب ماموں ہر روز مستعدی سے دفتر جاتے اور دلچسپی میں لدے پھندے واپس آتے یوں بھی ماموں کے گھر میں اللہ کا دیا سب کچھ تھا۔ اسی محلہ خان خاناں میں چار حویلیاں ماموں کی ملکیت تھیں۔ باپ دادا کی نہیں اپنے دستِ بازو کی کمائی ہیں اللہ نے وہ برکت دی کہ دن عید اور رات شب برات، چاروں بیٹیاں اپنے اپنے گھر کی، ایک سے ایک بڑھ کر شادیاں کیں سارے ہی ارمان نکال لئے مگر بیٹی کی شادی تو فرض کہلاتی ہے۔ ارمان تو بیٹے کے دم سے ہوتے ہیں، بس یہی کانٹا ماموں کے دل میں ایسا پیوست تھا کہ وہ آہ بھرتے اور چپ ہو جاتے۔ اور جب سے اُنکی بیگم جنّت کو سدھاریں ماموں کی یاسیت میں اور اضافہ ہو گیا۔ تیسوں روزے۔ پنج وقتہ نماز۔ تہجد اشراق پھر گنڈے تعویذ محلّے میں ہر طرف ماموں کی پرہیزگاری کا چرچا ہونے لگا اور پھر تو عقیدت مندوں نے ماموں کو گھیر لیا اور بیچارے سچ مچ کے پیر بن گئے۔

جس رات ماموں کو شادی کی بشارت ہوئی اس رات وہ صبح ہونے تک اللہ ہو کا وِرد کرتے رہے اور جب صبح خالہ جان حسبِ معمول دودھ کا پیالہ لے کر ماموں کے کمرے میں آئیں تو انہوں نے بڑے رازدارانہ انداز میں خالہ جان کو اپنا خواب بنا کر کہا۔

"اب یہ اللہ کی طرف سے حکم ملا ہے۔ میری کیا مجال کہ رَد کردوں اور سنو ماں جائی! کنواری کے لئے حکم ہوا ہے بیوہ مت دیکھنا۔"

"کنواریوں کی کچھ کمی ہے جو بیوہ لاویں گی!" بہن نے اطمینان دلا دیا مثل مشہور ہے بیٹے کی بری بازار میں کھڑی۔ مشکل سے ہفتہ عشرہ ہوا ہوگا کہ جھم جھماتے کپڑوں میں چاند سی دلہن ماموں کے گھر میں آگئی۔ اس میں شک نہیں کہ ماموں نے بھی دل کھول کر چڑھاوا دیا، سر سے پاؤں تک دو دہرے زیور کھڑے ہی کھڑے خریدے گئے۔ کمخواب کے سوٹ، زربفت کے تھان۔ ساری ساری رات کئی کئی درزیوں نے سلائیاں کیں اور گھر کی بیویوں نے دن رات ٹکائیاں کیں۔ مگر سچ تو یہ ہے کہ ماموں کا سارا پیسہ وصول ہو گیا جس نے دلہن کو دیکھا داد دیئے بغیر نہ رہا۔ جب دلہن اپنی لمبی لمبی پلکیں جھکا کر دھڑی لگے ہونٹوں سے مسکراتیں تو اچھے اچھوں کے ایمان ڈگمگانے لگتے۔ جب ممانی میکے سے رخصت ہو رہی تھیں تو انکی امّاں جان نے آبدیدہ ہو کر کہا تھا۔

"بیٹی شوہر کے آرام میں تمہارا آرام اور شوہر کی عزت میں تمہاری عزت ہے۔ پندرہ سال تک جان مار کر تمہیں پالا پوسا۔ اب آزمائش کا وقت آیا ہے۔ خیر سے بڑے گھر میں بیاہ کر جا رہی ہو۔ ماں باپ کی لاج رکھنا، تمہارے باپ غریب ہیں مگر عزّت والے آدمی ہیں کہیں ہمیں نیچا نہ دکھانا۔"

اس میں شک نہیں کہ ممانی نے شوہر کی خدمت گذاری اور اطاعت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، بہن، بھانجے، بھائی، بھتیجے، بیٹی داماد، نواسہ نواسی بھرے پُرے کنبہ میں ایسا نباہا کہ سب عش عش کر اُٹھے مگر اس کا کیا علاج کہ جس کارن وہ ماموں کے گھر میں آئی تھیں وہاں بیٹا چھوڑ چوہا بھی نہ ہوا۔ ماموں اور خالہ جان نے ممانی کے علاج معالجہ میں کوئی

کسر نہیں چھوڑی۔ ایک سے ایک بڑی ڈاکٹرنی، ایک سے ایک ماہر دائی۔ سب نے ممانی کے لئے سر توڑ کوششیں کیں۔ جیسا جیسا خالہ جان نے کہا ماموں نے ویسے ہی بے دریغ پیسہ اٹھایا۔ پھر روزانہ جھاڑ پھونک۔ ماموں روزانہ مصلّے سے اٹھتے ہی دم کیا ہوا پانی اپنے ہاتھ سے پلاتے مگر سب بے سُود۔ خالہ اماں کا کہنا تھا کہ بھاوج کی مٹی سخت ہے۔ اگر کوئی دوسری سری کی ہوتی تو اب تک —— پھر اُن کو اپنے بھائی پر ترس آنے لگتا کہ بڑھاپے میں عصائے پیری سے محروم ہیں

بڑے ماموں کے شوق و ذوق پر مایوسی چھا چکی تھی اور وہ قریب قریب بینائی سے بھی محروم ہو گئے تھے۔ ہاتھ پاؤں میں سخت قسم کا رعشہ پیدا ہو گیا تھا اور معدہ بھی تقریباً جواب دے چکا تھا۔ جب وہ پانی کا کٹورہ ہاتھ میں لیتے تو پانی چھل چھل کر کے گرنے لگتا جیسے کسی "نیّا" میں بھونچال آ گیا ہو۔ ممانی جلدی سے کٹورہ تھام لیتیں۔ پھر وہ اُن کے گلے میں نرم نرم تولیہ لپیٹتیں پھر وہ دودھ اور نان پاؤ کا ایک ایک چمچہ دیر تک اُنکو کھلاتیں۔ پھر وہ اُن کی لمبی سفید داڑھی پر سے دودھ اور نان پاؤ پونچھتیں۔ اس کے بعد تولیہ کو باہر لے جا کر نل کی دھار میں دھو ڈالتیں۔ دن بھر کی عبادت سے تھکے ہارے ماموں جب بستر پر لڑھکتے تو وہ اُن کی کمر کو نرم نرم مٹھیوں سے دباتیں۔ پھر وہ زیتون کا تیل اُن کی پنڈلیوں میں لگا کر دیر تک سوتتیں اور جب اُن کے بلغم بھرے نرخرے میں بلّیاں لڑنے لگتیں تو وہ رسان سے اُن کی پائنتیں پڑ رہتیں۔

دل کا حال تو خدا جانتا ہے مگر سچ تو یہ ہے کہ ممانی کو کبھی کسی نے روتے بسورتے نہیں دیکھا۔ وہ پھول سا مکھڑا، دھڑی لگے مسکراتے ہونٹ، آنکھوں میں کاجل کی لکیر، کانوں میں عطر کا پھویا، بالیوں میں موتیا کے گچھے، چنا دوپٹہ، تنگ چوڑی دار پاجامہ، کیکری کٹاؤ کا کرتہ، ستارو جڑی کرتی، کسی ہوئی چوٹی، بل کھاتا ہوا مباف! اور جب وہ اپنے چڑھاوے کی جھُمکیاں کان میں ڈال لیتیں تو ایسا معلوم ہوتا کہ چاند زمین پر اُتر آیا ہے۔ اُنچی ستواں ناک پر ہاتو تی کیل کا جڑاؤ بڑا تیکھا معلوم ہوتا۔ صورت شکل، زندہ دلی، خوش مزاجی کون سی ایسی چیز تھی جو ممانی میں نہ ہو۔ اُن کا دل موہ لینے والا انداز گفتگو ہر شخص کے لئے توجہ طلب تھا مگر جب وہ بڑی بڑی عمر کے مردوں کو جو اُن کے سسرال کے رشتے میں چھوٹے ہوتے میاں اور بیٹا کہتیں تو بڑا عجیب سا لگتا۔ اُن کے پھول سے چہرے اور دھڑی لگے ہونٹوں پر یہ باتیں ذرا نہ سجتیں۔

اللہ کی شان کے قربان جائیے جو لوگ ماموں کو چند روز کی ہوا سمجھتے تھے وہی ماموں نکاح کے بعد پچیس سال اور جئے۔ ممانی نے بھی ایسی آن بان سے ماموں کی عِدّت منائی کہ دیکھنے والے دانتوں میں انگلیاں دے کر رہ گئے۔ بارہ برس کے لڑکے سے پردہ۔ بھنگی سے پردہ۔ دھوبی سے پردہ اور کنبہ و رشتہ کے ہر نامحرم سے پردہ چاہے وہ رشتہ میں بھانجہ ہو یا بھتیجہ۔ یہی نہیں بلکہ چوبیس گھنٹہ اندھیری کوٹھری میں بند ننگے ہاتھ ننگے کان، آنکھیں پھول کے کُپّا۔ ایک رونے پہ رونا تھا۔ جب ماموں سرفراز نے ممانی کی یہ کیفیت سُنی تو وہ سر پکڑ کر رہ گئے۔ انہوں نے پس پردہ صرف اتنا کہا کہ بھابی ایسی سخت عدّت تمہارے لئے مناسب نہیں ہے۔

مُلّا نصیر الدین

کے لطیفے ساری دنیا میں مشہور ہیں۔ مُلّا ۱۲۰۸ء میں ترکی میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں ایک درزی کے گھر میں نوکری کر لی ایک دن درزی ایک پیالہ شہد لایا جس پر رومال ڈھکا ہوا تھا، درزی نے مُلّا سے کہا یہ دیکھو اس پیالے میں زہر ہے تم اسے ہاتھ نہ لگانا جب درزی گھر سے باہر گیا تو مُلّا نے اُچک کر پیالے کا جائزہ لیا تو دیکھا مزیدار شہد ہے اُس نے رومال نان بائی کے ہاتھ بیچا اور تین نان خریدے اور پھر تمام شہد صاف کر گیا اور آنکھیں بند کر کے چارپائی پر لیٹ گیا۔ جب درزی واپس آیا تو پیالہ خالی دیکھا اُسے شدید غصہ آیا۔ جھنجھوڑ کر مُلّا سے اس کی بابت دریافت کیا مُلّا نے کہا دو چور گھر میں گھس آئے اور آپ کا رومال چوری کر کے جانے لگے بس میں نے انہیں پکڑ لیا لیکن مقابلہ میں ہار گیا اب مجھے غیرت آئی کہ آپکو کیا جواب دوں بس سارا زہر پی گیا۔

Taj Tahir Foundation

چند دلچسپ تاریخی حقائق

پروفیسر محمد ظہیر ایم۔اے

خلجی نسل، دکنی بادشاہ غیاث الدین نے اسّی سال کی عمر پائی اور ابتداً اڑتالیس سال اُس نے نہایت سخت اور دشوار زندگی بسر کی تھی اور جب اُنچاسویں سال وہ تخت نشین ہوا تو خود کو عیش وعشرت میں ڈال دیا۔ یعنی یہ کہ پندرہ ہزار لونڈیوں کا ایک شہر بسایا جس میں کوئی مرد نہ تھا یہاں تک کہ خواجہ سرا بھی نہ تھے۔ سب کی سب لونڈیاں بے حد حسین تھیں جن میں ہنرمند، کاریگر، حاکم، قاضی، کوتوال اور دیگر تمام اہلِ بست وکشاد یہی خوبصورت عورتیں تھیں اُس نے ان لونڈیوں کو ہر قسم کے ہنر سکھائے اور اسی شہر میں ایک شکارگاہ بنوائی جہاں وہ ان لونڈیوں کے ساتھ شکار کھیلتا تھا۔ اس دوران میں کسی غنیم نے اس پر حملہ نہیں کیا۔ لیکن جب سلطان غیاث الدین کی عمر اسّی سال کی ہوئی تو اُس کے لڑکے نصیر الدین نے خفیہ طور سے اُسے زہر دیا۔ لیکن وہ اپنے بازوؤں پر بندھے ہوئے زہر مہرہ کی مدد سے زہر کے اثرات سے بچا رہا تیسری دفعہ نصیر الدین نے شربت میں زہر خود اپنے ہاتھوں سے پلایا تو اُس نے زہر مہرہ کو کھول کر نصیر الدین کے سامنے پھینک دیا اور زہر کا پیالہ پی کر یہ دعا مانگی "یا اللہ! اے رب العالمین میری عمر اب اسّی سال کو پہنچ چکی ہے اور یہ مدت ایسے عیش وعشرت سے گذاری ہے کہ کسی بادشاہ کو نصیب نہ ہوسکا۔ تجھ سے التجا ہے کہ نصیر الدین سے میری موت کا بدلہ نہ لیجیو۔ اور میری موت کو طبعی قرار دے کر اس سے اس فعل کا حساب نہ لیجیو۔" اس کے فوراً بعد وہ مر گیا اور نصیر الدین بادشاہ بن گیا۔ لیکن نصیر الدین کی موت کے ایک سو چھبیس سال بعد شیر شاہ سوری نے اس کی قبر پر ڈنڈے برسانے کا حکم دیا اور اس کے ہمراہیوں نے اس کی قبر پر ٹھوکریں ماریں اور بعد میں جہانگیر نے پہلے تو خود اس کی قبر پر ٹھوکریں ماریں اور پھر مصاحبین کو حکم دیا کہ وہ بھی ٹھوکریں ماریں کیونکہ اُس نے اپنے باپ کو قتل کیا تھا۔ جہانگیر کو اس پر بھی صبر نہیں آیا۔ اُس نے اُس کی قبر کھودنے کا حکم بھی دیا اور جو لاش اندر سے برآمد ہوئی اُس کو آگ میں جلانے کا حکم دیا لیکن یہ سوچ کر آگ میں جلانے سے دوسرے عالم میں کہیں یہ عذاب اُس پر سے کم نہ ہو جائے اُس نے آگ بجھانے کا حکم دیتے ہوئے یہ دوسرا حکم دیا کہ اُس کی ہڈیوں اور جسم کے گلے سڑے حصّے کو دریائی نربدا میں پھینک دیا جائے چنانچہ اس پر فوراً عمل درآمد کیا گیا۔

● ۱۶۵۸ء اور ۱۷۰۷ء کی تخت نشینی کی جنگوں میں بے حد مماثلت ملتی ہے دونوں جنگیں مغل شہزادوں کے درمیان ہوئی اوّل شاہجہاں کے لڑکوں دارا اور اورنگزیب کے درمیان اور دوسری اورنگزیب کے لڑکوں معظم اور اعظم کے درمیان۔ دونوں آگرہ سے چند میل دُور لڑی گئیں۔ دونوں میں شمالی اور جنوبی فوجوں کے درمیان جنگ ہوئی۔ دونوں میں رستم نامی جنرلوں نے حصّہ لیا اور دونوں نے تاریخ ہند پر اس طرح اثر ڈالا کہ پہلی جنگ کے بعد سلطنت مغلیہ انتہائی عروج پر پہنچ گئی اور دوسری جنگ کے بعد اس کو زوال آگیا۔

● میراث عالم یا میراث جہاں نما کے مصنف تجادر خاں نے عجیب وغریب واقعات کے ضمن میں ایک عجیب وغریب کیڑے کا ذکر کیا ہے وہ تحریر کرتا ہے کہ جو لوگ لداخ گئے ہیں انہوں نے یہ عجیب وغریب بات ضرور سنی ہوگی کہ اس علاقے کی پہاڑیوں میں ایک قسم کا کیڑا پایا جاتا ہے جو بے حد چھوٹا ہوتا ہے یہ پاؤں کی ایڑی میں چپک جاتا ہے اور کاٹنا شروع کر دیتا ہے، ہاتھ یا نشتر کی نوک بھی اُسے اس جگہ سے الگ نہیں کر سکتی، بلکہ کاٹنے کے دوران میں وہ بتدریج بڑھتا رہتا ہے۔

Taj Tahir Foundation

پی آئی اے کی پروازیں پیرس

استنبول

کویت

نیروبی

بغداد

جدہ

بحرین

دوحا

دوبئی

کیلئے شروع ہوگئی ہیں

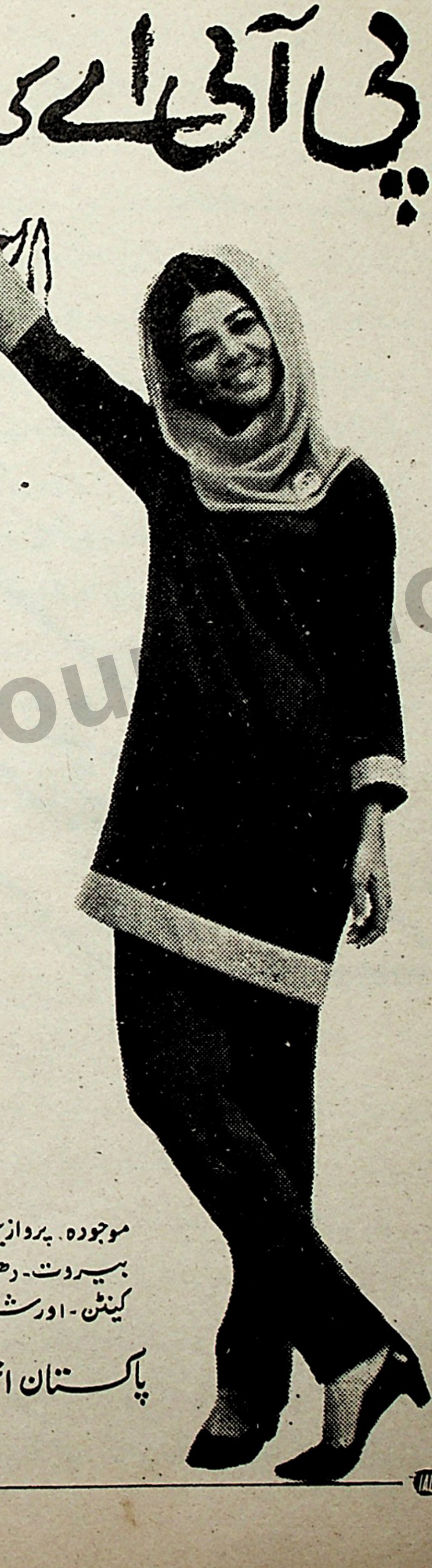

موجودہ پروازیں :- لنڈن - فرینکفرٹ - جنیوا - روم - ماسکو - قاہرہ - بیروت - دھران - تہران - کابل - کراچی - ڈھاکہ - کھٹمنڈو - رنگون کینٹن - اور شنگھائی -

PIA

پاکستان انٹرنیشنل ایرلائنز

Taj Tahir Foundation

یہاں تک کہ وہ پوری ایڑی کو چاٹ جاتا ہے اور اس کا بدن ایک بڑے چوہے کے مانند ہو جاتا ہے اس کے بعد وہ پاؤں کو کھانا شروع کر دیتا ہے اور تمام ٹانگ کو کھانے کے بعد اس کا قد کتے کے قد کے برابر ہو جاتا ہے اس کے بعد وہ دوسری ٹانگ کو نگلنا شروع کر دیتا ہے جس سے اس کا جسم انسان کے آدھے جسم کے برابر ہو جاتا ہے۔ گو لوگ اُس کو بری طرح چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن دنیا کا کوئی ہتھیار اُسے الگ تو کیا کاٹ بھی نہیں سکتا اور مسلسل جسم کے بڑھنے کی وجہ سے وہ بالکل شیر ببر کی صورت ہو جاتا ہے اور آدمی کو پورا نگل جاتا ہے اس کے بعد وہ جنگل یا پہاڑوں کی طرف نکل جاتا ہے اور اس کے بعد غائب ہو جاتا ہے ــــ

● جس سلطنت مغلیہ کو بابر، اکبر اور عالمگیر جیسے عظیم رہنما ملے اسی کی جہاندار شاہ کی تخت نشینی کے بعد یہ حالت ہو گئی تھی کہ ایک سندھ ڈومنی لال کنور کو ملکہ امتیاز محل کا خطاب دے کر حرم میں سب سے زیادہ عزت دی گئی۔ لال کنور کے تمام قریبی رشتہ داروں کو چہار ہزاری سے کم منصب نہیں دیئے گئے۔ لال کنور کے بھائی خوشحال خاں کو پنج ہزاری اور سہ ہزاری سوار کا عہدہ دے کر آگرہ کا صوبہ دار بنا دیا۔ خوشحال خاں اس سے پہلے بقال تھا اور عام طور سے گانے بجانے کی محفلوں میں ناچا کرتا تھا۔ ذوالفقار خاں وزیر اعظم کو جب یہ حکم ملا کہ خوشحال خاں کو آگرہ کا صوبے دار بنایا جائے تو اُس نے جان کر دیر کی، لال کنور نے بادشاہ سے شکایت کی تو ذوالفقار خاں نے جہاں دار شاہ کے سامنے نہایت دلیری سے کہا کہ "ملک کی حالت ابتر ہونے کی وجہ سے افسران کو رشوت کی عادت پڑ گئی ہے اس لئے مجھے بھی رشوت کی ضرورت ہے"۔ جہاں دار نے ہنس کر پوچھا کہ کس قسم کی رشوت تم چاہتے ہو تو اُس نے جواب دیا ایک ہزار سارنگی نواز اور ایک ہزار استاد نقاشی"۔ جہاں دار نے اس کی وجہ پوچھی تو ذوالفقار خاں نے کہا کہ چونکہ بادشاہ سلامت نے ہم امراء کی جگہوں کو ان ڈوم اور بقالوں کے حوالے کر دیا ہے اس لئے ہمارے لئے ضروری ہو گیا ہے کہ ہم اُن کے فن کو سیکھ کر انہی کی طرح بڑے بڑے عہدے سنبھال لیں۔

ایک عہدے داروں کی اس طرح تقسیم کے علاوہ جہاندار شاہ کی خود یہ حالت تھی کہ وہ ایک رتھ میں بیٹھ کر لونڈیوں اور بیگموں کے ساتھ شراب کی دکان میں شراب پینے جاتا تھا چنانچہ ایک رات وہ لال کنور کے ساتھ ایک شراب خانے گیا اور اس قدر شراب پی لی اور دونوں اس قدر مست ہو گئے کہ تن من دھن کا ہوش نہ رہا۔ چنانچہ جب رتھ محل کے دروازہ پر پہونچی تو لال کنور اس قدر مدہوشی کے عالم میں محل میں داخل ہوئی کہ اُسے پتہ ہی نہیں چلا کہ بادشاہ اس کے ساتھ اُترا ہے یا نہیں۔ چنانچہ وہ سیدھی بستر پر جا گری اور گہری نیند سو گئی بادشاہ کی اس سے بری حالت تھی چنانچہ وہ رتھ میں ہی پڑا رہا اور رتھ بان نے یہ سوچ کر بادشاہ بھی چلا گیا ہو گا۔ رتھ کو کھینچ کر لے گیا اور رتھ کو ایک جگہ کھڑا کر دیا۔ جب نوکروں نے دیکھا کہ لال کنور کے کمرے میں بادشاہ موجود نہیں تو اسکی ڈھونڈیا پڑی۔ لال کنور کو بھی ہوش آ گیا تھا اُس نے بھی ادھم مچانی شروع کر دی لوگوں نے چاروں طرف دوڑنا شروع کر دیا اور شہر میں ایک ادھم مچ گئی یہاں تک کہ بادشاہ کو ڈھونڈ نکالا گیا جس پر اس وقت بھی مدہوشی طاری تھی۔ خافی خان نے اس واقعہ کو تحریر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ اس سے تمام ملک میں بادشاہ ہی کی بے حد بدنامی ہوئی۔

سوانح عمری علامہ راشد الخیری رح

از مولانا رازق الخیری

سوانح عمری علامہ راشد الخیری کے علمی و ادبی حصہ سے معلومات میں نہایت قیمتی اضافہ ہوتا ہے یہ داستانِ حیات ہے بیسویں صدی کے مصلح اعظم کی جس کی تحریروں سے برصغیر پاکستان اور بھارت میں زلزلے آ گئے۔ اس میں ناول سے بڑھ کر دلآویزی اور متعدد افسانوں کے مجموعوں سے زیادہ دلکشی ہے۔ قیمت دس روپے بذریعہ وی پی دس روپے پینٹھ پیسے۔ ملنے کا پتہ عصمت بکڈپو کراچی

Taj Tahir Foundation

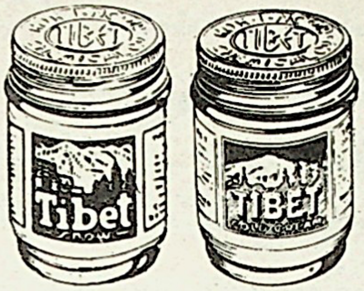

سردیوں میں جلد اور چہرے کی
دہری حفاظت کے لئے!

صرف چند یوم تبت سنو اور تبت کولڈ کریم استعمال کرنے سے چہرے پر ایک نئی تازگی اور شگفتگی پیدا ہو جاتی ہے۔ جاڑوں کی سرد اور خشک ہواؤں کے باوجود آپ کی جلد محفوظ اور ملائم رہتی ہے بلکہ رنگت اور بھی نکھر آتی ہے۔

تبت سنو و کولڈ کریم

ایشیا کی مشہور ترین بیوٹی کریم

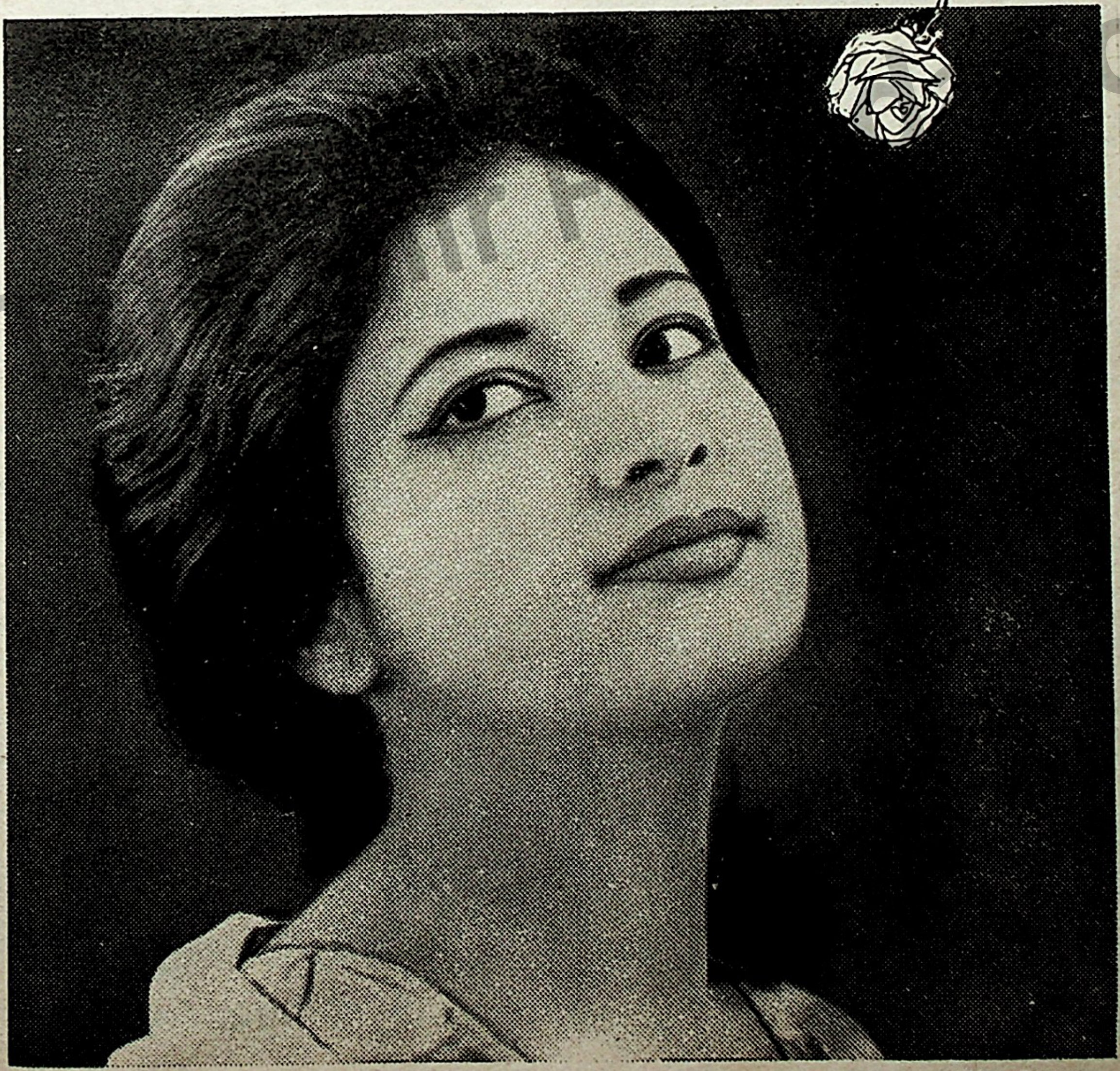

United T.S 3/66

پٹرشیا اور رون ڈیوٹسچ
مترجم ۔ عبدالجلیل قریشی

ڈاکٹروں کو چاہئے کہ علامتیں ظاہر ہونے سے قبل ہی کینسر معلوم کر لیں

کینسر

دنیا کا مہلک ترین مرض

پروکٹو: کینسر کی موجودگی معلوم کرنے کا طریقہ

پروکٹو ایک عمل ہے جس سے ڈاکٹر بڑی آنت میں کینسر کی موجودگی معلوم کرتے ہیں۔

پروکٹو حال کی ایجاد نہیں ہے بلکہ اس طریقے کو دریافت ہوئے تقریباً پچاس برس ہو چکے ہیں۔ لیکن جتنا یہ موثر طریقہ ہے اتنا ہی سست روی کے ساتھ اس کو فروغ ہو رہا ہے۔

پروکٹو کینسر کے معلوم کرنے میں کتنا مفید ہو سکتا ہے اس کا اندازہ یوں کیا جا سکتا ہے کہ گذشتہ سال لاس انجلیس کا ایک سرکاری افسر اپنے سالانہ معائنے کے لئے گیا۔ معائنہ میں جب ڈاکٹروں نے پروکٹو کا عمل کیا تو اُس کی بڑی آنت کے سرے پر کینسر نکلا۔ یہ کینسر کافی بڑا ہو چکا تھا چنانچہ آپریشن کے ذریعہ کینسر کو کاٹ کر نکالا گیا۔

امریکن کینسر سوسائٹی کے ڈاکٹر رولڈ گرانڈ کا جو پروفشنل ایجوکیشن کے ڈائریکٹر ہیں قول ہے کہ جدید دواؤں کے دور میں پروکٹو سے چشم پوشی کتنا بڑا المیہ ہے۔ کوتاہی کی وجہ سے کینسر کا جس طرح سے علاج کرنا چاہئیے وہ نہیں ہوتا جس کے نتیجے میں مزید اموات واقع ہوتی ہیں۔ اس مہلک مرض میں جتنی اموات ہوتی ہیں اُس کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے لیکن یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جتنی اموات لبسوں اور کاروں کے حادثات میں ہوتی ہیں اس سے زیادہ کینسر میں ہوتی ہیں۔

پروکٹو کے ذریعہ جانچ پڑتال سے بہت ہی کم عرصے میں نہایت اہم اور قیمتی معلومات حاصل ہوتی ہیں اوہیو یونیورسٹی کے اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ وہاں اٹھارہ ہزار ایک سو بیس بالغ مریضوں کی پروکٹو سے جانچ کی گئی۔ اِن مریضوں میں سے ستاسی ایسے نکلے ہیں جن میں کسی قسم کے کینسر کی توقع ہی نہیں تھی اور نہ کوئی علامت ظاہر ہوئی تھی لیکن اُنکی آنت میں کینسر موجود تھا۔ اس کے علاوہ ۵۱ ایسے تھے جن کا کینسر ابتدائی مرحلے میں تھا۔

نیویارک کا ایک بڑا طبی ادارہ پروکٹو کے ذریعہ کینسر پر تحقیق کر رہا ہے۔ اسی ادارے کے اعلان کے مطابق ہر ساڑھے چار سو انسانوں میں سے ایک آنت کے کینسر کا مریض ہوتا ہے۔

ڈاکٹر گرانٹ کا قول ہے کہ چالیس سال سے اوپر کے لوگوں پر پروکٹو کا عمل بہتر طریقہ پر ہو سکتا ہے۔ عورتوں پر یہ عمل خاص طریقہ سے کیا جاتا ہے

ایک حالیہ جائزے کے مطابق آنت کے کینسر میں ۴۳ فی صدی ایسے انسان ہوتے ہیں جن میں علامتیں ظاہر ہو چکی ہوتی ہیں لیکن یہ علامتیں کینسر پیدا ہو جانے کے بعد ہوتی ہیں۔ اگر ایسے اشخاص کو شامل کیا جائے جن کی علامتیں ابھی ظاہر نہیں ہوتی ہیں تو پھر یہی تناسب ۸۸ فی صد تک پہنچ جاتا ہے۔

ڈاکٹر ایمرتس ڈے کا قول ہے کہ یہ اعداد کافی جانچ پڑتال اور اطمینان کے بعد اخذ کئے گئے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ڈھائی لاکھ انسانوں کو پروکٹو کے طریقہ پر جانچ سے یہ نتیجہ نکلا کہ آنت کا کینسر

Taj Tahir Foundation

بہت ہی خاموشی سے آہستہ آہستہ بڑھتا ہے ایک عرصہ تک وہ بہت چھوٹا اور ایک طرف پوشیدہ رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اُس سے خون آنے لگے یا پھر آنت اپنی اصلی حالت بدل لے۔ بصورت دیگر اس سے قبل اس کے آشکار ہونے کے بہت کم امکانات ہوتے ہیں۔

آنت کے کینسر میں پہلے گلٹی نمودار ہوتی ہے۔ رفتہ رفتہ یہ ڈنٹھل کی شکل اختیار کرتا جاتا ہے۔ اور اُس کے بعد اُس کی صورت بھی گومڑ کی طرح ہو جاتی ہے اس کے بڑھنے کی رفتار بھی بہت سست ہوتی ہے۔ لیکن جب یہ گومڑ سخت ہو جاتے ہیں تو اُن کے بڑھاؤ میں اضافہ ہو جاتا ہے اور پھر مختلف راستوں سے خون آنے لگتا ہے۔

ایک اہم سوال اس سلسلہ میں اور پیدا ہوتا ہے کہ بڑی آنت میں جو گلٹیاں پیدا ہو جاتی ہیں کیا وہ بھی کینسر ہوتی ہیں یا کینسر بن سکتی ہیں؟

اس سلسلے میں ڈاکٹر ڈے کا قول ہے کہ "ایسی گلٹیاں جو بڑی آنت میں ہوتی ہیں عموماً دس فیصدی کینسر میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ لیکن فی الحال ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کون سی گلٹی کینسر میں تبدیل ہو گی۔ اس سلسلہ میں اب تک تحقیق کے بعد جو نتیجہ اخذ کیا گیا وہ یہ ہے کہ ان گلٹیوں میں بعض ایسے مخصوص حصے ہوتے ہیں جہاں سے کینسر شروع ہوتا ہے جو بعد میں خطرناک صورت اختیار کرتا جاتا ہے۔"

بہر حال گلٹیاں کسی قسم کی ہوں ڈاکٹروں کی رائے میں وہ کینسر ہی ہیں اسی لئے اُن کا نکال دینا ضروری خیال کیا جاتا ہے گلٹیوں کی موجودگی نظام اجسام کے لئے بہت خطرہ ہے۔ ان کے متعلق مریضوں کو مکمل اور مفصل معلومات حاصل کرنا انتہائی ضروری ہیں یہی وجہ ہے کہ ۷۰ فی صد کینسر کے ایسے مریض ہوتے ہیں جن میں بظاہر کوئی علامت نہیں ہے۔ لیکن معائنہ پر اُن میں کینسر پایا جاتا ہے۔

ادھر یونیورسٹی نے ۴۵ سال سے اوپر کی ایسی آٹھ ہزار عورتوں کا معائنہ کیا جن میں بظاہر کوئی کینسر کی علامتیں نہیں تھیں لیکن انہی عورتوں میں سے ۱۱۱۴ عورتیں ایسی نکلیں جن میں کینسر موجود تھا

اسی طرح سے اسٹرینج کلانیک نے بھی اس عمر کے پانچ ہزار مردوں کا معائنہ کیا۔ ان میں کینسر کی کوئی علامتیں نہیں تھیں لیکن ان میں سے بھی دس فیصد مرد ایسے نکلے جن میں کینسر موجود تھا

آنت کے کینسر کی روک تھام کے لئے ڈاکٹروں کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ ان گلٹیوں کو نکال ڈالیں۔

مینے پولس ڈاکٹر وکٹر گلبرٹ سین نے جو مینسوٹا کینسر ڈیٹیکشن سینٹر کے اہم رکن ہیں پروکٹو کے استعمال پر اپنے بیان میں اعداد وشمار بتاتے ہوئے کہا کہ "ادارے نے پروکٹو کے ذریعہ ۶۵ ہزار انسانوں کی جانچ کی۔ جن میں سے ۵۲ ہزار ایسے تھے جن کو مریضوں میں شمار کیا گیا۔ ان ۵۲ ہزار میں کچھ تو ایسے تھے جن میں کینسر کافی حد تک موجود تھا۔ کچھ ایسے تھے جن کا کینسر ابتدائی دور میں تھا۔ اور باقی کے متعلق گمان تھا کہ جلد یا کچھ دن بعد یہ کینسر میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اُن میں سے متعدد مریضوں کا علاج کیا گیا جو بہت جلد صحت یاب ہو گئے۔"

ڈاکٹروں کی متفقہ رائے ہے کہ ہر سولہ عورتوں میں سے ایک عورت اور ہر دس مردوں میں سے ایک مرد ایسا ہوتا ہے جن کی آنت میں گلٹیاں ہوتی ہیں اور جن کا نکالنا انتہائی ضروری ہوتا ہے۔

دنیا کے ترقی یافتہ ملکوں نے کینسر کی بڑھتی ہوئی وبا کی روک تھام کے لئے عام طور پر جدوجہد شروع کر دی ہے۔ اُن کے ادارے دیہاتوں اور قصبوں میں روک تھام کے سلسلے میں پروکٹو کے ذریعہ معائنہ کر رہے ہیں۔ ان معائنوں میں وہ میاں بیوی دونوں کی جانچ کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ ۱۹۶۱ء میں جب پہلی بار اس مہم کا آغاز کیا گیا تھا تو صرف پہلے ساٹھ مریضوں میں سے ہر تیسرے میں کینسر نکلا۔ اس کثرت کو دیکھتے ہوئے وہاں اب اس منصوبہ کو کافی وسعت دی جا رہی ہے۔

ان باتوں کے باوجود ابھی تک پروکٹو کینسر پر پوری طرح

Taj Tahir Foundation

قابو پانے سے قاصر ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ مریض معائنے کو تکلیف دہ خیال کرتے ہیں وہ خوف کھاتے ہیں اور کافی حد تک پریشان ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اس معائنے میں پانچ دس منٹ سے زائد صرف نہیں ہوتے۔

بہرحال پروکٹو سے یہ فائدہ ضرور ہوتا ہے کہ آنت کی گلٹیاں نکالنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔

اس آسانی کے ساتھ ساتھ ابھی ڈاکٹروں کے لئے ایک مشکل موجود ہے اور وہ یہ کہ آنت میں جس حد تک ٹیوب داخل کیا جا سکتا ہے اور پھر گلٹیوں کو کاٹا جا سکتا ہے۔ اس سے آگے بھی گلٹیوں کا امکان ہو سکتا ہے یہ ضرور ہے کہ ان حصوں میں گلٹیاں کم ہوتی ہیں لیکن جب ہوتی ہیں تو خطرناک صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ اس لئے ان کو معلوم کرنے کے لئے پچکاری استعمال کی جاتی ہے۔ لیکن یہ عمل کافی مہنگا ہوتا ہے اور اس میں وقت بھی زیادہ درکار ہوتا ہے۔

پروکٹو کے معائنہ کے وقت عموماً اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ آنت میں کینسر پروکٹو کی حدود سے باہر ہے۔ ایسے مریضوں پر عمل پچکاری ہونا ضروری ہوتا ہے لیکن ایسے مریض تعداد میں بہت ہی کم ہوتے ہیں۔

مریضوں کو عام طور سے پروکٹو کے معائنہ سے قبل اپنے کینسر کا پتہ ہی نہیں چلتا ہے اور یہی نہیں بلکہ کینسر میں اضافہ ہو جانے پر بھی وہ لاعلم ہوتے ہیں۔ ایسے مریض اکثر قبض کی وجہ سے پریشان رہتے ہیں۔

آنت میں کینسر کے رات دن اضافہ کی وجہ سے کینسر سوسائٹیاں ہمہ وقت اُن کے اعداد و شمار معلوم کر رہی ہیں۔ حال ہی میں چند ماہر فن ڈاکٹروں نے مختلف رسالوں میں اظہار خیال کیا ہے۔

ڈاکٹر شرمین ایکرجو فلیڈلفیا جیفرسن میڈیکل کالج کے اہم رکن ہیں انہوں نے ایک بیان شائع کرایا ہے کہ آنت میں مہلک کینسر کے ۲۰ فیصد مریض ہوتے ہیں جن کا علاج بہت ضروری ہے۔ ان مریضوں میں ایک سال قبل علامتیں ظاہر ہو چکی ہوتی ہیں۔

ڈاکٹر ڈے کا کہنا ہے کہ پروکٹو کے عمل سے کینسر کا پتہ اس قدر جلد چلتا ہے کہ اس میں اہمیت پیدا ہونے نہیں پاتی، ورنہ آنت کے متورم ہو جانے پر عموماً زندگی خطرے میں پڑ جاتی ہے امریکی ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ ۴۳ ہزار امریکن جو ہر سال آنت کے کینسر میں مبتلا ہوتے ہیں اُنکے لئے پروکٹو ایک بہترین محافظ ثابت ہو سکتا ہے۔

آغا صادق۔

رُباعیات

اسلام اور مسلمان

قانونِ الٰہی کو جو اپناتا ہے
انسان کمال کو پہنچ جاتا ہے
اسلام مسلمان کی سیرت میں نہیں
یہ صرف کتابوں میں نظر آتا ہے

ذہنی غلامی

دینِ فطرت کو کب یہ اپنائے گی
غیرتِ ملت کو کس گھڑی آئے گی
جسموں کی غلامی گئی، مدت گذری
ذہنوں کی غلامی بھی کبھی جائے گی

تقلیدِ فرنگ

دیکھا ہی نہیں اپنے نشیمن کی طرف
اُٹھتی ہے نظر غیر کے خرمن کی طرف
کعبے کی طرف رُخ ہے نمازوں میں فقط
کردار میں رُخ ترا ہے لندن کی طرف

گفتار و کردار

آہنگِ دعا، لذتِ پکار بھی ہے
یہ تخت کبھی ہے تو کبھی دار بھی ہے
اسلام عقیدہ و عمل کا ہے نام
گفتار بھی ہے جوہرِ کردار بھی ہے

عشقِ رسالت مآب

بندوں کی لو حق سے لگا دیتا ہے
پردہ اسرار سے ہٹا دیتا ہے
یہ عشقِ محمدؐ کا تصرف دیکھو
انسان کو انسان بنا دیتا ہے

طارق الخیری ایم۔ اے

غالب کی صد سالہ برسی

پاکستان کے طول و عرض میں مرزا غالب کی صد سالہ برسی منانے کا اہتمام پورے جوش و خروش سے جاری ہے اور توقع ہے کہ پاکستان کے معروف اہل قلم اپنے گراں قدر خیالات و مضامین کے ذریعہ غالب کی زندگی اور اُن کے فن پر مزید روشنی ڈالیں گے

غالب ہمارے ادب اور ثقافتی زندگی میں روشنی کا عظیم مینار ہیں، ایسا مینار جس کی روشنی تیز اور دور تک پھیلتی ہے۔ مرزا غالب نے ہماری زبان کے بیشتر شاعروں اور ادیبوں کو ذوقی اور وجدانی طور پر متاثر کیا ہے۔ ان شاعروں اور ادیبوں کے کلام میں غالب کے حقیقت پسندانہ مزاج اور حال سے غیر مطمئن ذہن کی آوازِ بازگشت سنائی دیتی ہے۔ اس عام مقبولیت کے پیشِ نظر ہماری توقع ہے کہ غالب کی صد سالہ برسی ان کے شایانِ شان منائی جائے گی۔ اس سلسلے میں ایک مشورہ یہ ہے کہ غالب کی زندگی اور شاعری پر اب تک جن ممتاز اہلِ قلم حضرات نے تحقیقات کی ہیں اور انہیں مضامین یا مکمل تصنیفات کی صورت شائع کیا ہے، اِن کا غور و فکر سے مطالعہ کیا جائے اور کارآمد تحریروں کو اس طرح مرتب کیا جائے کہ ہر شعبہ سے متعلق تمام تحریریں یکجا ہو جائیں۔ اس ترتیب شدہ مواد سے استفادہ کرنے کے بعد

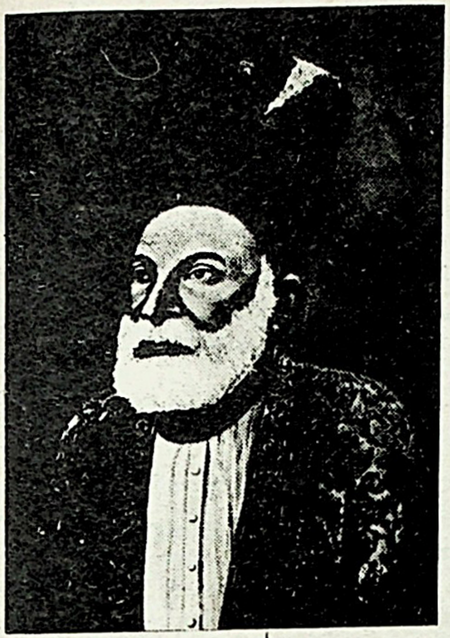

مرزا اسد اللہ خاں غالب

غالب کی زندگی اور اُن کے فن پر علیحدہ علیحدہ تصنیف کا کام جاری ہو اور مزید تحقیق کے لئے راہ ہموار ہو جائے۔ اس طرح ہم اپنے ادب اور اپنی تہذیبی زندگی کی خدمت سلیقہ کے ساتھ کر سکیں گے

اصولی طور پر اس نوعیت کا کام، قیامِ پاکستان کے بعد ہی شروع ہو جانا چاہیئے تھا۔ غالبیات پر مختلف موضوعات قائم کئے جاتے اور اُن سے متعلق مختلف شعبوں کو تحقیقی مواد کی فراہمی کا کام سپرد کیا جاتا ــــ ہر شعبہ ایک معین وقت میں اپنے متعلق کام کو ترتیب دے کر صدر دفتر ارسال کر دیتا۔ جہاں اُس کی تدوین کی جاتی اور طبع کرنے کے انتظامات کئے جاتے۔ اس پھیلے ہوئے کام کو سہل بنانے کے لئے ملک کے مقتدر اہلِ قلم کو مرکزی ادارے کی سرپرستی کی دعوت دی جاتی اور اُن کے زیرِ نگرانی مختلف شعبے اپنے کام کی تکمیل کرتے۔ لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ غالب کی اپنے کلام اور کارناموں سے متعلق پیشین گوئی کا وقت ابھی نہیں آیا۔ ہمارے ملک میں ابھی تک غالب پر جو کچھ کام ہوا ہے اس کی حیثیت انفرادی نوعیت کی ہے۔ ضرورت ہے کہ اس کام کو تہذیبی معیار قرار دے کر اجتماعی طور پر کیا جائے۔

Taj Tahir Foundation

صابر علی

(طنز و مزاح)

انٹرویو

مجھے گدھا کہہ کر ہمت کو بدنام نہ کیجئے

ایک کثیر الاشاعت اخبار کے رپورٹر کی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اخبار کے لئے نت نئے فیچر اور خبریں حاصل کرے۔ ایک رپورٹر نے نئے سال کا آغاز ہی اپنے ذہن کی ایک عجیب اختراع سے کیا۔ کرشن چندر کے گدھے کی سرگزشت اس کے سامنے تھی۔ گدھوں کی سخت جانی سے بھی وہ واقف تھا پس وہ کسی گدھے کا انٹرویو لینے کا ارادہ کر بیٹھا۔ اگر شبیر ساربان کے بجائے گدھے والا ہوتا تو سرے سے یہ مسئلہ ہی نہیں پیش آتا۔ منگو پیر چاکیواڑہ تک جائزہ لینے کے بعد اس رپورٹر نے بالآخر ایک گدھے کا انتخاب کر ہی لیا۔ ہم اس مختصر انٹرویو کو ذیل میں لفظ بہ لفظ نقل کر رہے ہیں۔ اگر اس کو پڑھنے سے کسی گدھے کے دِل پر چوٹ لگے تو وہ قطعی بالواسطہ بات ہوگی کیونکہ حقیقتاً ہماری ایسی کوئی نیت نہیں ہے۔

رپورٹر — "کیا میں آپ کا نام دریافت کر سکتا ہوں۔

گدھا — "جناب ہمارے ہاں نام رکھنے کا دستور نہیں ہے۔ اور اس طرح ہمارے والدین بعد میں خفت اُٹھانے سے بچ جاتے ہیں"۔

رپورٹر — "واہ کہیں نام رکھنے سے بھی کسی کو بعد میں خِفّت اُٹھانی پڑتی ہے۔

گدھا — "کمال ہے جناب گدھے تو ہم کہلاتے ہیں اگر ہم کوئی ایسی بات کریں تو تعجب خیز نہیں لیکن آپ کے منہ سے.. ...... خیر چھوڑیئے...... کیا آپ نے کبھی نہیں سوچا کہ اے آر طالش، بی سی ڈی شاہد جیسے نام اپنے اندر کیا اسرار رکھتے ہیں سنئے والدین نے تو بڑے چاؤ سے نام رکھا "اللہ رکھا" اور اللہ رکھا صاحب بڑے ہو کر بن گئے اے آر طالش۔ کیونکہ اس ماڈرن زمانے میں اللہ رکھا جیسا نام رکھ کر اُن کے قدامت پسند والدین نے اُن کے ساتھ ناقابلِ برداشت ظلم کیا تھا۔ پھر مزید ظلم یہ کہ تعزیرات پاکستان کی کسی دفعہ کے تحت اس جرم کو چیلنج بھی نہیں کیا جا سکتا اس لئے اب ایک خاموش احتجاج یہی باقی رہ گیا ہے کہ وہ کونین کو شکر میں لپیٹ دیں۔ اب بتائیے کہ غریب والدین اس وقت خِفّت سے اپنا سر جھکا دیتے ہوں گے یا نہیں۔ اللہ رکھا کو چھوڑیئے اب تو فقیر محمد اور غلام احمد جیسے ناموں کو بھی لوگ چھپاتے پھر رہے ہیں"۔

رپورٹر — "کچھ ذات کے متعلق کہ آپ کس ذات سے تعلق رکھتے ہیں"۔؟

Taj Tahir Foundation

گدھا — "میں سمجھا نہیں جناب — ہم سب بالذات گدھے ہیں انسانوں کی طرح اپنے آپ کو مزید ذاتوں میں تقسیم کر کے بدذاتی کا ثبوت نہیں دیتے"۔

رپورٹر — "آپ تو اشتراکی معلوم دیتے ہیں"۔

گدھا — "نہیں جناب اشتراکی ملکوں میں بھی گدھے سے اسی قدر محنت لی جاتی ہے جس قدر کسی اور ملک میں۔ ہم سیاسی طور پر کسی بھی عقیدے سے متاثر نہیں ہیں۔ یہاں بھی سخت محنت، وہاں بھی سخت محنت"۔

رپورٹر — "آپ کو انسانوں سے سب سے بڑی شکایت کیا ہے؟"

گدھا — "ہم سخت اور بے چون و چرا محنت کرتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ہمیں گدھا سمجھا جاتا ہے۔ آپ انسانوں میں دو خاص طبقے ہیں ایک طبقے کے لوگ عالیشان کوٹھیوں میں رہتے ہیں۔ شاندار کاروں میں گھومتے ہیں، نرم صوفوں پر بیٹھتے ہیں جن پر جسمانی محنت حرام ہے۔ دوسرے طبقے کے لوگ سخت زمین کو تپتی ہوئی دھوپ میں اپنے پسینے سے سینچتے ہیں اور پھر اس کا سینہ چیر کر اس سے سب کے لئے اناج حاصل کرتے ہیں، جو دیو ہیکل مشینوں کو اپنے سخت ہاتھوں سے رام کرتے ہیں اور پھر اس سے کپڑا تیار کرتے ہیں جو سب کے جسموں کو ڈھانپتا ہے مجھے نہیں پتہ کہ آپ کے ہاں ان دونوں طبقوں میں سے کون سا طبقہ گدھا کہلاتا ہے"۔

رپورٹر — "آپ بے چون و چرا تو محنت نہیں کرتے۔ ہم انسانوں کے دماغ اکثر آپ "ڈھینچوں ڈھینچوں" سے پھٹنے لگتے ہیں کیا اس طرح آپ صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں؟"

گدھا — "ہم صدائے احتجاج بلند کرنے کے قائل ہی نہیں آپ نے خوب کہا کہ آپ کے دماغ پھٹنے لگتے ہیں دراصل "ڈھینچوں ڈھینچوں" سے ہمارا مقصد ہی یہی ہوتا ہے کہ ہمارے ساتھ بے رحمی سے پیش آنے والوں کے دماغ پھٹنے لگیں، اُن کے لئے ہم دردِ سر بن جائیں۔ آپ ہمیں مار سکتے ہیں لیکن ہماری آواز کو نہیں بند کر سکتے اور پھر موقع ملنے پر ہم "دولتی جھاڑنے" سے بھی نہیں چوکتے۔ اور اگر ہم میں سے کوئی ایسا نہ کرے تو ہمارے ہم جنس بھی اس کو "گدھا" سمجھنے لگتے ہیں"۔

رپورٹر — "خوب۔ آپ سے مل کر تو کئی عجیب باتیں معلوم ہوئیں اب آپ اپنی زندگی کا کوئی خاص واقعہ بتائیے ایسا واقعہ جو آپ کے لئے یادگار بن گیا ہو تاکہ یہ انٹرویو بھی یادگار بن جائے"۔

گدھا — "یہی کیا کم خاص بات ہے کہ آپ ایک گدھے سے انٹرویو لینے آئے ہیں۔ کہیں آپ کے ہم جنس آپ کو بھی ہماری ہی برادری کا ایک فرد نہ خیال کرنے لگیں۔ میرے خیال میں تو شتربان سے صدر جانسن کی ملاقات کے بعد یہ اپنی قسم کا عظیم واقعہ ہے"۔

رپورٹر — "اس کو چھوڑئیے کوئی دوسرا واقعہ بتائیے"۔

گدھا — "اس کے علاوہ میری زندگی کا سب سے خاص واقعہ یہ ہے کہ میرے مالک "نتھو میاں" نے ممبری کے لئے کھڑے ہو کر مجھے اپنا انتخابی نشان بنایا۔ ایک گدھے کو انتخابی نشان بنانا میرے لئے تعجب خیز بات تھی لیکن اس سے زیادہ تعجب مجھے اس بات پر ہوا کہ "نتھو میاں" جیت بھی گئے۔ اور میرا خیال ہے کہ شاید اسی لئے آپ میرا انٹرویو بھی لینے آئے ہیں"۔

مضمون نگاروں سے

- مضامین صاف اور کاغذ کے ایک طرف ایک لائن چھوڑ کر لکھئے۔
- مضمون نگار کا نام اور پورا پتہ بھی تحریر ہونا چاہیئے۔

Taj Tahir Foundation

SALIKA

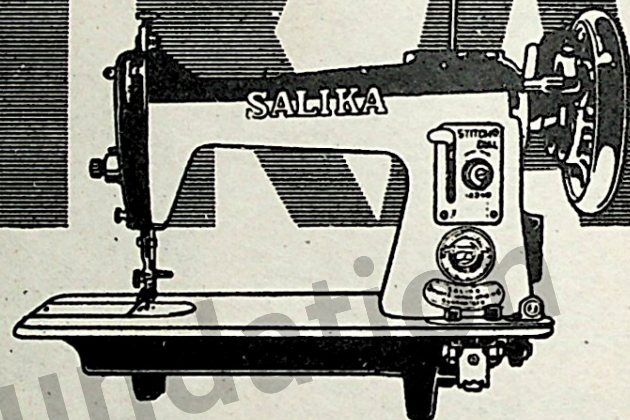

سلیقہ سِلائی کی مشین

• پائیدار • سُبک رفتار • ارزاں

سلیقہ سوئنگ مشین کمپنی (انڈسٹری)

پاکستان چوک۔ فریئر روڈ۔ کراچی۔ فون نمبر ۲۳۵۶۳۰

فیکٹری ۱۴۱/ڈی۔ ایس۔ آئی۔ ٹی۔ ای۔ کراچی۔ فون نمبر ۹۴۱۳، اور ۹۴۱۴،

شاہد منصور

خیر آباد کا آدم خور

ڈوبتے ہوئے سورج کی آخری کرنوں کا سونا ابھی درختوں کی چوٹیوں پر جگمگا ہی رہا تھا کہ میں مچان پر چڑھ گیا، تھرماس، بندوق، ٹارچ اور کمبل ایک طرف رکھتے ہوئے دھندلی تاریکی میں ڈوبے ہوئے ماحول پر میں نے ایک نگاہ ڈالی، میرا مچان جس درخت پر بندھا ہوا تھا وہ ایک چھوٹے سے میدان کے مشرقی کنارے پر واقع تھا، میرے بائیں جانب دور دور تک کھیتوں کا سلسلہ چلا گیا تھا جس کے اختتام پر خیر آباد کا قصبہ واقع تھا۔

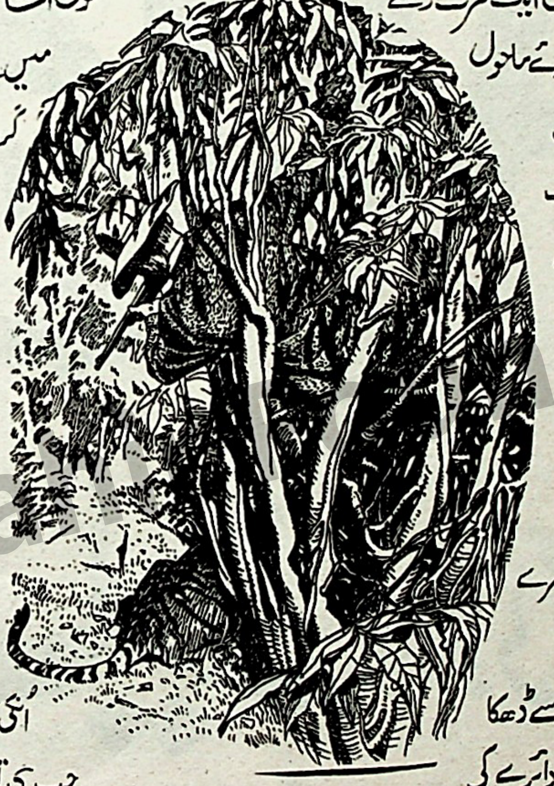

یہ کھیت اس قدر ہرے بھرے تھے کہ سبز مخمل کا گمان ہوتا تھا۔ میرے سامنے لانبی لانبی گھاس سے ڈھکا ہوا میدان تھا جس کے بعد نصف دائرے کی صورت میں پھیلتا ہوا جنگل چلا گیا تھا، جس میں دیو ہیکل درخت اور چھدری چھدری جھاڑیاں گلے میں باہیں ڈالے کھڑی تھیں۔ میرے درخت سے تھوڑی ہی دور ایک چھوٹا سا بیر کا پیڑ تھا جس سے ایک نوعمر بچھڑا بندھا ہوا تھا، یہ گارا تھا دودھ جیسا سفید، بچھڑے سے میری نگاہیں اٹھیں اور پھر دور کھیتوں کے درمیان چلتی ہوئی ان چار دھندلی شبیہوں کو دیکھنے لگیں جو مجھے اس مچان تک پہنچانے آئے تھے، اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے بڑھتے ہوئے اندھیرے نے سب کچھ نگل لیا، اب میرے چاروں طرف بے کراں تاریکی تھی اور جنگل کا سناٹا، ہوا بالکل بند تھی، اور اب اس تاریکی میں مجھے صبح تک اس آدم خور شیر کا انتظار کرنا تھا جو اپنی خون آشامیوں کی بنا پر خیر آباد کا عفریت کہلانے لگا تھا

میں نے ہاتھ بڑھا کر تھرماس اٹھایا اور پھر کافی کے گرما گرم گھونٹوں نے میری رگ و پے میں ایک نئی زندگی دوڑا دی۔ کافی پیتے پیتے میں نے گارے کی طرف غور سے دیکھا۔ وہ اندھیرے میں ایک دھبے کی طرح چمک رہا تھا میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا، اور پھر بندوق ہاتھ میں لے کر بیٹھ گیا۔ میری نگاہوں میں کنور اسد علی خاں کا پریشان چہرہ رقص کرنے لگا۔ "پاگل ہوئے ہو۔ یہ بھوت ہے بھوت، اور بھوت کو کون مار سکتا ہے"۔ میرے ذہن میں ان کی آواز گونجی، کیا واقعی وہ بھوت ہی تو نہیں ہے جب ہی تو وہ کسی کے ہاتھ نہیں آسکا ہے' میں نے اپنے آپ سے کہا کہ آخر اسے یہ کیسے معلوم ہو جاتا ہے کہ کہاں اس کے انتظار میں لوگ بیٹھے ہیں اور پھر وہ اُدھر کا رخ کیوں نہیں کرتا ہے اور پھر مجھ میں شکاری آبا و اجداد کی روح جیسے ایک دم بیدار ہو گئی ہو میں نے سر جھٹکا۔ ہوں۔۔ بھوت کی ایسی کی تیسی، اگر میرا خیال ٹھیک نکلا تو آج اسے معلوم ہو جائے گا کہ بھوت بننا کیسا ہوتا ہے

پہلے اس جنگل میں نہ شیر تھا نہ بھوت۔ بس اچانک دیکھتے ہی دیکھتے جیسے زلزلہ آجاتا ہے اسی طرح شیر بھی آگیا، کوئی چھ مہینے پہلے جب اندھیرا پھیلنے کے بعد ہی بوڑھے چند امیاں کی گائے

جنگل سے نہ لوٹی تو انہیں تشویش پیدا ہوئی۔ کچھ دیر تک تو انتظار کیا پھر اپنے پڑوسی بدلو کو لے کر جنگل کا رخ کیا۔ عموماً خیر آباد بھر کے سارے مویشی ایسی گھاس کے میدان میں چرا کرتے تھے جو کھیتوں اور جنگل کے بیچ میں واقع تھا بڑے میاں بھی اسی میدان میں پہونچے اور لگے اپنی گائے کو آواز دینے گائے وہاں ہوتی تو آتی دھیرے دھیرے بڑے میاں جھاڑیوں میں گھسے دفعتاً ایک دل دہلا دینے والی گرج کے ساتھ ساتھ بوڑھے چندا میاں کی دلدوز چیخ بھی گونج اٹھی۔ بدلو کو اس سے زیادہ کچھ بھی معلوم نہیں کیونکہ وہ تیر کی طرح گاؤں کی طرف بھاگ رہا تھا دوسرے دن جب لاٹھیوں اور گنڈاسوں سے مسلح دیہاتیوں کا گروہ جب جھاڑیوں میں گھسا تو گائے کی لاش کے ساتھ ساتھ چندا میاں کی بھی گردن ٹوٹی، ادھ کھائی لاش پڑی تھی۔

دوسرا شکار ایک غریب کمہار بنا جو اپنے گدھے پر مٹی کے برتن لاد کر پڑوس والے گاؤں میں جانے کے لئے نکلا تھا، اس کا گدھا تو آگیا مگر اسے واپس آنا نصیب نہ ہوا! اس کی بھی نصف کھائی لاش جنگل میں ایک پگ ڈنڈی کے قریب ہی جھاڑیوں میں پڑی ملی، ان دونوں وارداتوں نے خیر آباد کے باسیوں کا سکون چھین لیا۔ مگر کیا کیا جاسکتا تھا۔ چند دن سب لوگ محتاط رہے جہاں بھی جاتے تو کوشش کرتے کہ چار چھ آدمی اکٹھا رہیں، اس طرح انسانوں پر حملے تو بند ہو گئے مگر غریب مویشیوں کی شامت آگئی۔ ہر دوسرے روز کوئی نہ کوئی جانور غائب ہونے لگا، آخر گاؤں والے نے ایک شکاری کی خدمات حاصل کیں۔ لیکن انہیں صرف ایک جھلک ہی دیکھنی نصیب ہو سکی۔ تین دن کی بے سود شب بیداری کے بعد جب وہ غریب رخصت ہو رہا تھا تو یہ معلوم ہوا کہ ان تین دنوں میں وہ آدم خور پاس ہی کے گاؤں میں راج کھیڑا میں تین وارداتیں کر چکا ہے۔

رفتہ رفتہ آدم خور کی تگ و تاز کا دائرہ وسیع ہونے لگا، اس نے لوگوں کا جنگل جانا تو بند کر ہی دیا تھا اب وہ کھیتوں پر کام کرنے والوں پر بھی حملہ کرنے لگا۔۔۔ یہ صورت حال بے حد پریشان کن تھی پھر شکاری کا انتظام ہوا مگر ان کو بھی آدم خور پر گولی چلانے کی حسرت ہی رہ گئی، کچھ عجیب بات تھی، جب راج کھیڑے میں مچان بندھوایا جاتا تو وہ خیر آباد پر حملہ آور ہوتا اور جب خیر آباد میں کوشش کی جاتی تو وہ راج کھیڑے کا رخ کر لیتا)، اور پھر دھیرے دھیرے بھولے بھالے دیہاتیوں میں یہ افواہ زور پکڑنے لگی کہ یہ شیر نہیں بلکہ شیر کے بدن میں کوئی بھوت ہے۔ اور پھر اس دن ان کے لئے اس افواہ کی تصدیق بھی ہو گئی جب تین شوقیہ شکاریوں نے جھاڑیوں کی آڑ لے کر اس پر بندوقیں خالی کر دیں مگر زخمی ہونے یا مرنے کے بجائے وہ انہیں میں سے ایک کو لے اڑا۔

ایسے حالات تھے جب مجھے خیر آباد آنا پڑا۔ کنور فاروق علی خاں میرا کالج کا دوست تھا۔ اس کے خط آنے کے بعد جب پے در پے تین ٹیلی گرام بھی پہونچے تو مجھے آنا ہی پڑا۔ خیر آباد آنے کے بعد پہلے تو کنور فاروق سے میں نے خیر آباد کے عفریت کی ترکتازیوں کی پوری داستان سنی اور کنور اسد علی خاں اور دوسرے گھبرائے ہوئے دیہاتیوں کی زبانی بھوت کی چیرہ دستیوں کا قصہ بھی سنا۔ پہلے شکاریوں کی ناکامی کی داستان کافی ہمت شکن تھی مگر پے در پے تین آدم خوروں کو ٹھکانے لگانے سے اپنے آپ پر جو اعتماد پیدا ہو گیا تھا اس نے مجھے سہارا دیا اور میں نے خیر آباد کے عفریت سے دو دو ہاتھ کرنے کا ارادہ کر ہی لیا، مگر چھ راتیں مسلسل کالی کرنے کے بعد آخر کار میری ہمت بھی جواب دینے لگی۔ بھولے بھالے دیہاتیوں کی آنکھوں میں مجھے اپنی آمد کے دن جو مسرت آگیں چمک نظر آئی تھی اب وہ تمسخر میں تبدیل ہونے لگی اور پھر کنور اسد علی خاں نے بلا رعایت مجھ سے کہہ ہی دیا "میاں صاحبزادے کیوں اپنی جان کے دشمن بنے ہو وہ بھوت ہے بھوت یہ تمہاری ٹھائیں ٹھوئیں اس پر اثر نہیں کرے گی"۔

مسلسل ناکامیوں نے مجھ میں جو پژمردگی پیدا کی تھی اس

سے متاثر ہو کر شائد میں چلا ہی جاتا مگر چھٹے دن جب بوڑھے چندایاں کے سات سالہ اکلوتے بچے کی لاش کھیتوں کی منڈیر پر پڑی ملی تو میرا دل غم و غصّے سے سلگ اُٹھا، وہ غریب نہ جانے کیسے سرِشام اِدھر نکل گیا تھا کہ پھر آنا نصیب نہیں ہوا۔ میں نے واپس جانے کا ارادہ ملتوی کیا اور سارے معاملے پر نئے سرے سے غور کرنے لگا، سوچتے سوچتے اچانک ایک ننھی سی کرن اندھیروں میں در آئی؛ میں سوچ رہا تھا کہ آخر جب مچان پوری تیاری سے باندھا جاتا ہے تو وہ کیوں وہاں نہیں آتا، کیا وہ واقعی شیر کے بجائے کوئی بھوت ہے کہ ایک دم سے مجھے احساس ہوا کہ راج کھیڑہ اور خیر آباد دراصل اس کی جولانگاہ ہیں جہاں وہ ہر دوسرے دن دورہ کرتا ہے۔ یعنی اگر ایک دن اُس نے راج کھیڑے پر دھاوا بولا تو دوسرے دن اس کا رُخ خیر آباد کی طرف ہوگا، اور پھر جیسے جیسے میں وارداتوں پر غور کرتا گیا اپنے خیال پر میرا یقین پختہ ہوتا گیا۔

مچان پر ٹنگے ٹنگے تقریباً مجھے آٹھ گھنٹے گذر چکے تھے۔ سردی چمک اٹھی تھی اور آخری راتوں کا چاند دھیرے دھیرے درختوں کی چوٹیوں پر بلند ہو رہا تھا، اچانک جنگل کے سناٹے کو توڑتی ہوئی ایک "کواواد" کی آواز بلند ہوئی۔ میرے اعصاب کو ایک جھٹکا سا لگا۔ یہ کوئی دو تین فرلانگ دور کوئی مادہ چیتل بول رہی تھی۔ میں نے کافی پینے کا ارادہ ملتوی کیا اور سنبھل کر بیٹھ گیا، مادہ چیتل کا بولنا خالی از علت نہیں تھا، تھوڑا سا وقت اور گذرا اور مادہ چیتل کے خطرے کی آواز نے جنگل کے سناٹے کو دو تین بار اور توڑا اب کے یہ آواز مجھ سے قریب تر آتی جا رہی تھیں، میرا جسم ساکت تھا اور نگاہیں خاموشی سے چاروں طرف ماحول کا جائزہ لے رہی تھیں،

ہر جھاڑی کے پیچھے سے مجھے آدم خور کی چمکتی ہوئی آنکھیں نظر آ رہی تھیں، چاند کی کمزور کرنوں نے نیچے ملگجی تاریکی بچھا رکھی تھی، نہ جانے کتنا وقت یوں ہی سناٹے کے عالم میں بیٹھے گذر گیا کہ اچانک مجھے یہ احساس ہوا کہ گارے کے پاس کوئی سیاہ سا وجود اور بھی موجود ہے مجھے ایک دم پسینہ آ گیا، کہ میری اتنی نگرانی کے باوجود یہ کیسے یہاں پہنچ گیا۔ میں نے خوب اچھی طرح آنکھیں پھاڑ کر دیکھا یہ یقیناً آدم خور ہی تھا، لاشعوری طور پر میرا ہاتھ بندوق والا اُٹھا، اور پھر میں نے ایکدم ٹارچ کا بٹن دباتے ہوئے ٹرائگر دبا دیا، ٹارچ کی تیز روشنی میں مجھے صرف ایک لحظے کے لئے جست لگانے کے لئے اُس کا پھیلا ہوا جسم نظر آیا اور پھر بندوق کے دھماکے کے ساتھ ہی ساتھ اُس کی ہولناک گرج کانوں سے ٹکرائی اور دوسرے ہی لمحے خیر آباد کا عفریت وہاں سے اس طرح غائب تھا جیسے وہ کھڑے ہی کھڑے اچانک ہوا میں تحلیل ہو گیا ہو۔

مچان سے نیچے اُترنے کی تو میری ہمت پڑی نہیں، ہاں ٹارچ کی تیز روشنی میں میں نے چاروں طرف اچھی طرح دیکھا بھالا۔ وہاں صرف ساکت و صامت بچھڑا کھڑا ہوا تھا اور کچھ نہیں تھا میں نے بڑی بے تابی سے خون کا کوئی داغ یا دھبّہ دیکھنے کی کوشش کی مگر میری نگاہوں کو مایوس ہونا پڑا۔ مایوس ہو کر میں نے ٹارچ گُل کر دی صبح کی روشنی پھیلنے میں اب تھوڑی ہی دیر تھی۔ میرا نشانہ خطا ہو چکا تھا۔ مگر مجھے خوشی تھی کہ بھوت کے متعلق میرا نظریہ صحیح نکلا تھا، میں نے تھرماس سے کافی کے آخری گھونٹ پیئے اور دھیرے دھیرے چسکیاں لیتے ہوئے اپنے آئندہ اقدام پر غور کرنے لگا کہ اچانک مجھے خیر آباد کی جانب سے اپنی طرف آتی ہوئی روشنیاں دکھائی دیں، یہ کنور فاروق اور اُس کے ساتھی تھے۔

میں ابھی فاروق کو اپنی ناکامیوں کی داستان سُنا ہی رہا تھا کہ اچانک اُس کے ساتھیوں میں سے ایک کی ہلکی سی استعجابیہ چیخ سُنائی دی، ہم سب ایک دم اسی طرف متوجہ ہو گئے، مچان سے کوئی پندرہ فٹ دور جھاڑیاں لہو سے رنگی ہوئی تھیں میں ایکدم اچھل گیا تو گویا میرا نشانہ خالی نہیں گیا تھا، اور پھر صبح کی ہلکی ہلکی روشنی میں لہو کے چھینٹے ایک قطار کی صورت میں جنگل کے اندر بڑھتے ہوئے دکھائی دیئے۔ میں نے فاروق کی طرف دیکھا اُس کا چہرہ بھی مسرت سے جگمگا رہا تھا اور پھر میں نے جان پر کھیل کر زخمی شیر کا تعاقب کرنے کی ٹھان ہی لی۔

ہنستے دیہاتیوں کو وہیں چھوڑ دیا گیا صرف فاروق اور میں لہو کے سُراغ پر جنگل میں داخل ہو گئے۔ سورج تھوڑا تھوڑا بلند ہو چکا تھا، مگر جنگل کے اندر ابھی ہلکا ہلکا اندھیرا تھا ہم دونوں بڑی احتیاط کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے۔ کوئی میل بھر تک خون کے دھبے برابر ملتے رہے اور پھر ایک گھنی جھاڑی کے پاس پہونچ کر غائب ہو گئے، فاروق نے حیرت سے میری طرف دیکھا۔ اچانک میرے کانوں سے کسی سوکھی ہوئی شاخ کے ٹوٹنے کی ہلکی سی آواز آئی، آدم خور ہم سے زیادہ چالاک نکلا تھا، غالباً وہ بھی ہماری ٹوہ میں تھا، ہم لوگوں نے جتنی دیر جھاڑی کے پاس کھڑے ہو کر غور کرنے میں لگائی تھی اتنی دیر میں وہ دبے پاؤں جھاڑی سے نکل کر ہمارے پیچھے آچکا تھا، ایک دھماکے کے ساتھ ہماری بندوقیں گرج اٹھیں اور آدم خور کی کھوپڑی کے چیتھڑے اُڑ گئے اور وہ تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک تو ہم دونوں سناٹے کے عالم میں کھڑے رہے۔ پھر جب ہوش آیا تو دونوں بے اختیار ایک دوسرے کے گلے لگے مبارکباد دے رہے تھے۔ خیر آباد کا بھوت اپنے انجام کو پہنچ چکا تھا۔ گھر آکر جب میں نے اُسے ناپا تو وہ سات فٹ تین انچ نکلا۔ مجھے حیرت تھی کہ آخر وہ مردم خور کیسے ہو گیا تھا۔ کھال اتارتے وقت یہ معمّہ بھی حل ہو گیا اس کے بائیں پنجے میں ایک زبردست ساہی کا کانٹا گھس کر ٹوٹ کر ناسور بن چکا تھا۔

صائمہ خیری

گیت

سکھیو سکھیو لوٹ آؤ ری میری سکھیو مت جاؤ

اُس نگری کی پلکوں پہ بس بے بس شبنم مسکائے
اُس نگری کے ماتھے پہ پت جھڑ کا سایہ لہرائے
اُس نگری کے گالوں پہ جانے کتنے گُل مرجھائے

سکھیو سکھیو لوٹ آؤ ری میری سکھیو مت جاؤ

اُس نگری کی سب برساتیں بادل کو ترساتی ہیں
اُس نگری کی راتیں کانٹے کانٹے سے برساتی ہیں
اُس نگری کی باتیں پل پل پگ پگ تیر چلاتی ہیں

سکھیو سکھیو لوٹ آؤ ری میری سکھیو مت جاؤ

اُس نگری کا ہر گھر بن کے صحرا ڈستا جائے ہے
اُس نگری کی ہر ندیا کا سینہ جلتا جائے ہے
اُس نگری کے باغِ اِرم میں شعلہ بنتا جائے ہے

سکھیو سکھیو لوٹ آؤ ری میری سکھیو مت جاؤ

رنگِ حنا سے پہلے پہلے خون سے ہاتھ سجاؤ گی
آنچل کا پردہ لے لے کر اندر سے کمہلاؤ گی
گھٹتے گھٹتے گھلتے گھلتے آخر جان سے جاؤ گی
سکھیو سکھیو لوٹ آؤ ری میری سکھیو مت جاؤ

Taj Tahir Foundation

مولانا نوتیسر مرزا رزنی

کتاب نکاح کے چند اوراق

۱۹۶۲ء ۱۹۶۳ء اور ۱۹۶۴ء کے عصمت میں اس غیر مطبوعہ کتاب کا کچھ حصہ شائع ہوا تھا آخری قسط جو طلاق کے متعلق تھی فروری ۶۴ء کے پرچہ میں شائع ہوئی تھی

اکٹھی تین طلاق دینے پر حضور کی ناراضگی

محمود بن عبید سے روایت ہے کہ رسول اللہ کو ایک شخص کے متعلق اطلاع دی گئی کہ اس نے اپنی عورت کو تین طلاقیں اکٹھی دے دی تھیں پس آپ غصہ کی حالت میں کھڑے ہو گئے اور پھر فرمایا۔ کیا اللہ تعالیٰ کی کتاب سے کھیلا جاتا ہے حالانکہ تمہاری پشتوں پر میں موجود ہوں (یعنی میری موجودگی میں) اور اس پر ایک شخص کھڑا ہو گیا اور عرض کیا۔ "یا رسول اللہ میں اس کو (جس نے تین طلاقیں یکجا دی ہیں) قتل نہ کر ڈالوں۔"

(نسائی)

اکٹھی تین طلاقیں آیات قرآنی کے منافی ہیں

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص آپکے پاس آیا اور اس نے عرض کیا کہ اس نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔ ابن عباسؓ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص طلاق دے دیتا ہے اور حماقت کر بیٹھتا ہے۔ پھر ابن عباس ابن عباس پکارتا ہو آتا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ جو کوئی اللہ تعالےٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے راہ نکال دیتا ہے"۔ میں تیرے لئے کوئی راستہ نہیں نکال سکتا ہوں۔ تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور تیری عورت تجھ سے جدا ہو گئی کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "اے نبی تم کسی عورت کو طلاق دو تو طلاق عدت کے مطابق ہونی چاہیئے۔"

(ابی داؤد)

توضیح سنت کے مطابق ہر طہر میں ایک طلاق تعلقات زوجگی کے بغیر دی جائے تو تین طلاقیں محسوب ہوں گی۔ البتہ اگر ایک ہی طہر میں بوقت واحد یا مختلف اوقات میں تین طلاقیں دی جائیں تو وہ تینوں ایک ہی طلاق محسوب ہوں گی۔ جملہ ائمہ احادیث کا بلا اختلاف یہی مذہب ہے۔ لہذا یہی قابل تسلیم اور قابل عمل ہے۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک طہر میں تینوں طلاقیں پڑ جاتی ہیں۔ انکی دلیل حضرت عمرؓ سے مروی ایک موقوف حدیث ہے جو آگے درج ہے اور مسلم میں ہے اور کسی احادیث کی کتب میں نہیں ہے۔ لیکن حدیث مندرجہ بالا صحیح اور صریح ہے اور موضوع بھی ہے۔ دیگر احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ ابی داؤد نے اس حدیث کو نافع بن عجیر اور عبداللہ بن علی بن یزید بن رکانہ اور رکانہ نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے۔ خود ابو رکانہ نے اپنی زوجہ اُم رکانہ کو تین طلاقیں دے دی تھیں، رسول اللہ نے ان کی عورت اُمِ رکانہ انہیں واپس کرا دی۔ اس حدیث کی صحت اس وجہ سے اور بھی زیادہ قابل وثوق ہے کہ یہ واقعہ رکانہ کے والد ہی کے ساتھ پیش آیا تھا اس لئے رکانہ کے خاندان والوں کا فطرتاً اس سے زیادہ صحیح طریقہ پر واقف ہونا لازمی ہے۔ جو روایت حضرت عمرؓ سے مروی ہے بیان کی جاتی ہے اس لئے حضرت عمرؓ نے خود ما بعد رجوع فرمایا ہے۔

(مسند احمد)

اقسام طلاق — تشریح طلاق کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں

Taj Tahir Foundation

۱۔ طلاقِ احسن یہ ایک ایک کر کے طہر میں دی جاتی ہے یعنی دو ماہ کے ایام کے درمیانی دور میں جب کہ عورت پاک صاف ہو۔

۲۔ طلاقِ حسن یہی وہ طلاق ہے جس کا ذکر دفعہ ہذا میں کیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے یہ تین طہر تک ہر طہر میں یعنی پہلی طلاق کا پہلے طہر دوسری کا دوسرے طہر میں اور تیسری کا تیسرے طہر میں اعلان کرنا چاہیئے کسی طہر میں تعلق زوجگی ہرگز نہ ہو اُس سے عدت پوری ہو جائیگی

۳۔ طلاقِ بدعت یہ طلاق فقہ میں جائز رکھی گئی ہے لیکن اُس کو رسول اللہ بہت ہی ناپسند فرماتے تھے۔ آپ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ، ابورکانہؓ وغیرہ اپنے صحابیوں کو رجوع کرا دیا تھا۔ یہ خود فقہ حنفی میں دو قسم کی تسلیم کی گئی ہے۔

(الف) وہ جس میں ایک ہی طہر میں تین طلاق دے دی جائے"۔ مثلاً کہدیا جائے "میں تجھے تین طلاق دیتا ہوں"۔ یا کہا جائے "میں تجھے طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں، طلاق دیتا ہوں"

(ب) وہ جس میں ایک طہر میں بیک وقت بائین طلاق اس ارادے سے کہ رجوع نہ کیا جائے دے دی جائے۔ مثلاً لکھ دیا جائے۔ "میں تجھے ناقابلِ رجوع طلاق دیتا ہوں"۔

(ہدایہ)

حنفی مذہب میں دو قسم کی طلاقیں نافذ اور تسلیم کی جاتی ہیں ایک طلاق جو سنت اور قرآن اور احادیث کے مطابق ہو دوسری طلاق بدعت یعنی جدید اور فاسد طلاق، اس بدعتی طلاق کو دوسری صدی ہجری میں سلاطین بنو امیہ نے جاری کیا تھا۔ طلاق سنت دو قسم کی ہوتی ہے ایک احسن یعنی بہت عمدہ اور درست اور دوسری حسن یعنی اچھی اور درست طلاق بدعت شرعاً ناجائز ہے۔ لیکن بر اعظمِ صغیر یعنی ہندوستان اور پاکستان اور دیگر ممالک میں یہی عام طور پر جاری ہے۔

طلاق احسن یا حسن میں شوہر کو ایک مدت معینہ تک رجوع کرنے کا حق باقی رہتا ہے اور جب تک معینہ مدت سے گزر جائے طلاق بائین یا قطعی نہیں ہو سکتی ہے لیکن طلاق بدعت منہ سے الفاظ نکلتے ہی ناقابل رجوع ہو جاتی ہے۔ طلاق بدعت کی خصوصیت اس کا ناقابل رجوع ہونا ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ تین طلاق ایک ہی طہر میں دے دی جائیں، طلاق بدعت کے لئے طلاق کے الفاظ تین مرتبہ دہرانا ضروری نہیں ہے بلکہ ناقابلِ رجوع ناقابل طلاق دینے کا ارادہ صرف ایک مرتبہ ظاہر کر دینا ہی کافی ہے پس اگر کوئی شخص کہے "میں نے تم کو طلاق بائین دی" تو یہ طلاق بدعت ہوگی جو منہ سے الفاظ نکلتے ہی عائد ہو جائے گی گو ایسے الفاظ ایک ہی مرتبہ زبان سے نکلے ہوں۔ لفظ بائین خود ناقابلِ رجوع طلاق کی نیت کو ظاہر کرتا ہے۔

عدت پوری ہونے پر روک لینا یا علیحدگی لکھدینا اور عادل گواہ کر لینا پس جب وہ اپنی مدت پوری کر سکیں تو انہیں نیک نیتی کے ساتھ یا تو روک لو یا نیک نیتی کے ساتھ علیحدہ کر دو اور گواہ بنا لو اپنے میں سے کسی انصاف والے کو۔

طلاق کی گواہی عمر بن شعیب اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ جب کوئی عورت یہ دعا کرے کہ اُس کے شوہر نے اُس کو طلاق دے دی ہے اور ایک گواہ عادل لے کر آئے تو اُس کے شوہر کو حلف دیا جائے گا اگر وہ حلف اُٹھالے تو گواہی جھوٹی قرار دی جائے گی اور اگر وہ انکار کرے تو اس کا انکار بمنزلہ گواہ ثانی ہوگا اور طلاق جائز قرار دی جائے گی۔

طلاق سنت میں دو گواہان کی موجودگی طلاق سنت وہ ہے جو پاکی کے دوران میں بغیر تعلقات زوجگی دو گواہان کی موجودگی میں دی جائے۔

Taj Tahir Foundation

ضرر پہنچانے کی نیت سے تنگی نہ کی جائے بچہ ہونے تک نفقہ اور اگر وہ بچہ کو دودھ پلائیں تو انکی اجرت ادا کی جانی ضروری ہے۔

انہیں وہیں رکھو جہاں تم خود موجودہ حالت میں رہتے ہو اور انہیں ضرر نہ پہنچاؤ کہ ان پر تنگی کرو۔ اور اگر وہ حاملہ ہوں تو اُن پر خرچ کرو جب تک کہ وہ جنیں۔ پس اگر وہ دودھ پلائیں تمہارے لئے تو انہیں انکی اُجرت دو اور آپس میں نیک نیتی کے ساتھ گذر بسر کرو۔ اگر تم پر تنگی ہو تو اُس کی رضاعت دوسرا فریق (یعنی عورت) کرے گا۔ چاہیے کہ خرچ کرے صاحبِ وسعت اپنی مقدرت بھر اور جس پر اُس کا رزق مقدر ہے اُس کو چاہیئے کہ اللہ کے دیئے میں سے خرچ کرے۔ اللہ کسی کو، اس سے زائد تکلیف میں نہیں ڈالتا جو اس نے اُس کو دیا ہے۔ عنقریب اللہ تنگی کے بعد فراخی پیدا کر دے گا۔

تشریح اراکین جوڈیشل کمیٹی حیدر آباد دکن نے بمقدمہ مبارک بیگم بنام سید محمد اشرف دکن لاء رپورٹ جلد ۲۲ میں حسب ذیل تجویز فرمائی ہے جو بڑی اہم ہے۔

۱۔ شرع اسلام میں شوہر کے لئے بعد نکاح دو ہی صورتیں رہ جاتی ہیں۔

(الف) یہ کہ شرفا کے مانند شوہر اپنی زوجہ کی ضروریات کی حسن سلوک کے ساتھ تکمیل کرے یا

(ب) احسان اور خوبصورتی کے ساتھ اپنی زوجہ کو اپنے سے علیحدہ کر دے۔ اس کے سوا اور کوئی تیسری صورت نہیں ہے۔

۲۔ عورت کو معلقہ کی مانند بنا کر ڈال رکھنا کہ تنگ آکر وہ کسی طرح خلع کرالے ممنوع ہے اور شرعی اصطلاح میں عورت کے ساتھ شوہر کا ایسا برتاؤ ظلم میں داخل ہے۔ ایسی حالت میں اگر عورت بذریعہ عدالت اپنا نکاح فسخ کرانا چاہے تو قاضی کا فرض ہے کہ بعد ثبوتِ واقعات تفریق کرا دے۔

۳۔ قاضی شوہر کو اگر مہر معجل یا نفقہ ادا کرنے کا حکم دے اور شوہر اُس کی تکمیل نہ کرے تو یہ امر اس قابل ہے کہ قاضی (زوجہ کی درخواست پر) زوجین میں تفریق کرا دے۔

۴۔ قاضی کا فرض ہے کہ ظالم سے مظلوم کا حق دلائے اور مظلوم کو ظالم کے پنجۂ ظلم سے نجات دلائے۔

۵۔ قرآن شریف کے احکام —— احادیث نبوی اور سلف کی روایات سے اگر ضرورت ہو تو تفریق بذریعہ عدالت جائز ہے یعنی یہ کہ قاضی شوہر کو طلاق دینے کا حکم دے گا اور اگر شوہر اس کی تعمیل سے انکار کرے تو قاضی خود شوہر کی جانب سے طلاق دے دے گا اور وہ عورت اس کے بعد اپنے شوہر کی زوجہ نہ رہے گی۔

۶۔ معاہدۂ نکاح معمولی معاہدوں کی طرح نہیں بلکہ نہایت اہم ہے۔ اس کے باوجود بھی فریقین کے نامناسب برتاؤ اور عدم تکمیل شرائط مقدمہ کے باعث قابلِ فسخ ہے۔ اسی حالت میں زوجہ اگر عدالت سے درخواست کرے تو عدالت کا یہ فرض ہوگا کہ بعد اثبات شکایت شوہر کے ظلم سے اگر ثابت ہو جائے عورت کو محفوظ اور اُس کی تفریق کرا دے۔

عروسِ کربلا

علامہ راشد الخیری ؒ کا مشہور و معروف ناول جو کئی سال سے ناپید تھا اب جدید ایڈیشن چھپ کر تیار ہے۔ مصر کے مشہور مصنف جرجی زیدان نے اپنے ناول محبوبۂ کربلا میں اسلام پر جو چوٹ کی تھی در اصل یہ اس کے جواب میں لکھا تھا۔ ناول کی دلآویزی کے لئے تو علامہ مرحوم کا نام ہی کافی ہے۔

قیمت: قسم اول مجلدہ ۳ر قسم دوم غیر مجلد معمولی کاغذ ۲ر۵۰ روپے

عصمت بک ڈپو کراچی ۳

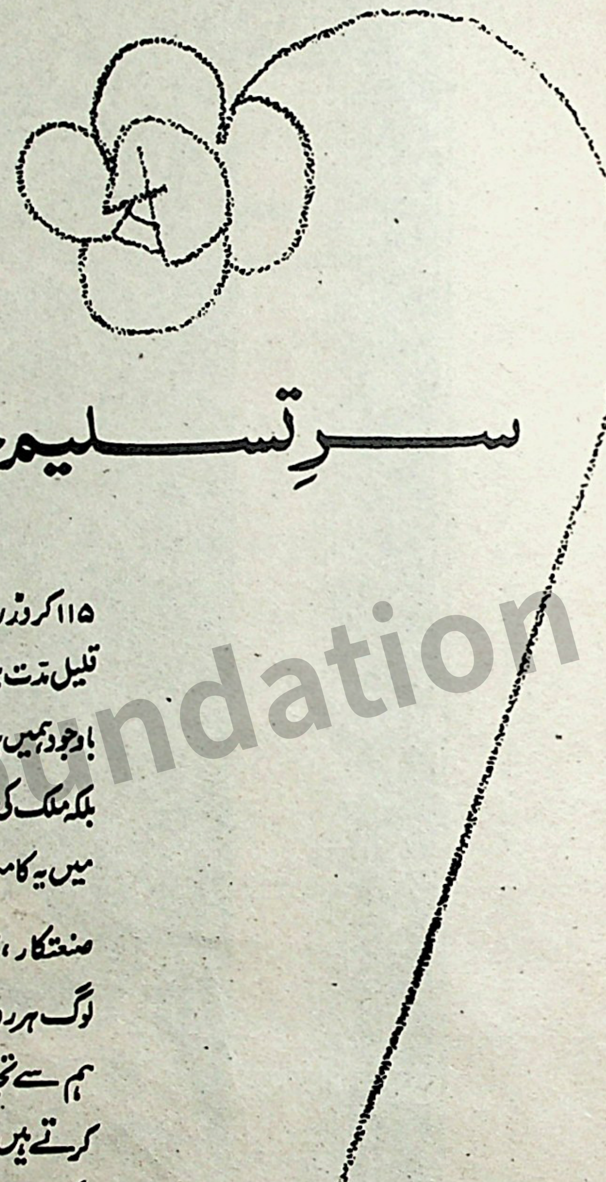

سرِ تسلیم خم ہے ... !

۱۱۵ کروڑ روپے کے ڈپازٹ اور بینک کی ۲۵۰ شاخیں ـ چھ سال کی قلیل مدت میں یہ کامیابی بہت نمایاں تصوّر کی جاتی ہے. اس کے باوجود ہمیں ہر وقت اپنی کم مائیگی کا احساس رہتا ہے. اس کی وجہ انکسار نہیں بلکہ ملک کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے مدِّنظر ہمارے خیال میں یہ کامیابی بھی باعثِ تسلّی نہیں ہے.

صنعتکار، تاجر، دستکار، ڈاکٹر، اسکول ٹیچر —— ہر طبقے کے لوگ ہر روز ہمارے پاس بینکاری کے مسائل لاتے ہیں. اور ہم سے تجارتی قرضے اور اہم کاروباری مشورے وغیرہ طلب کرتے ہیں. اُن کی رہنمائی کر کے ہمیں خوشی محسوس ہوتی ہے. لیکن ساتھ ساتھ ہر روز ہم یہ بھی سوچتے ہیں کہ ہماری خدمات کو اِن سے کہیں زیادہ ہونا چاہئے ... سرِ تسلیم خم ہے !

UBL یونائیٹڈ بینک لمیٹڈ

UBL- 44- A - 183- 66- UD

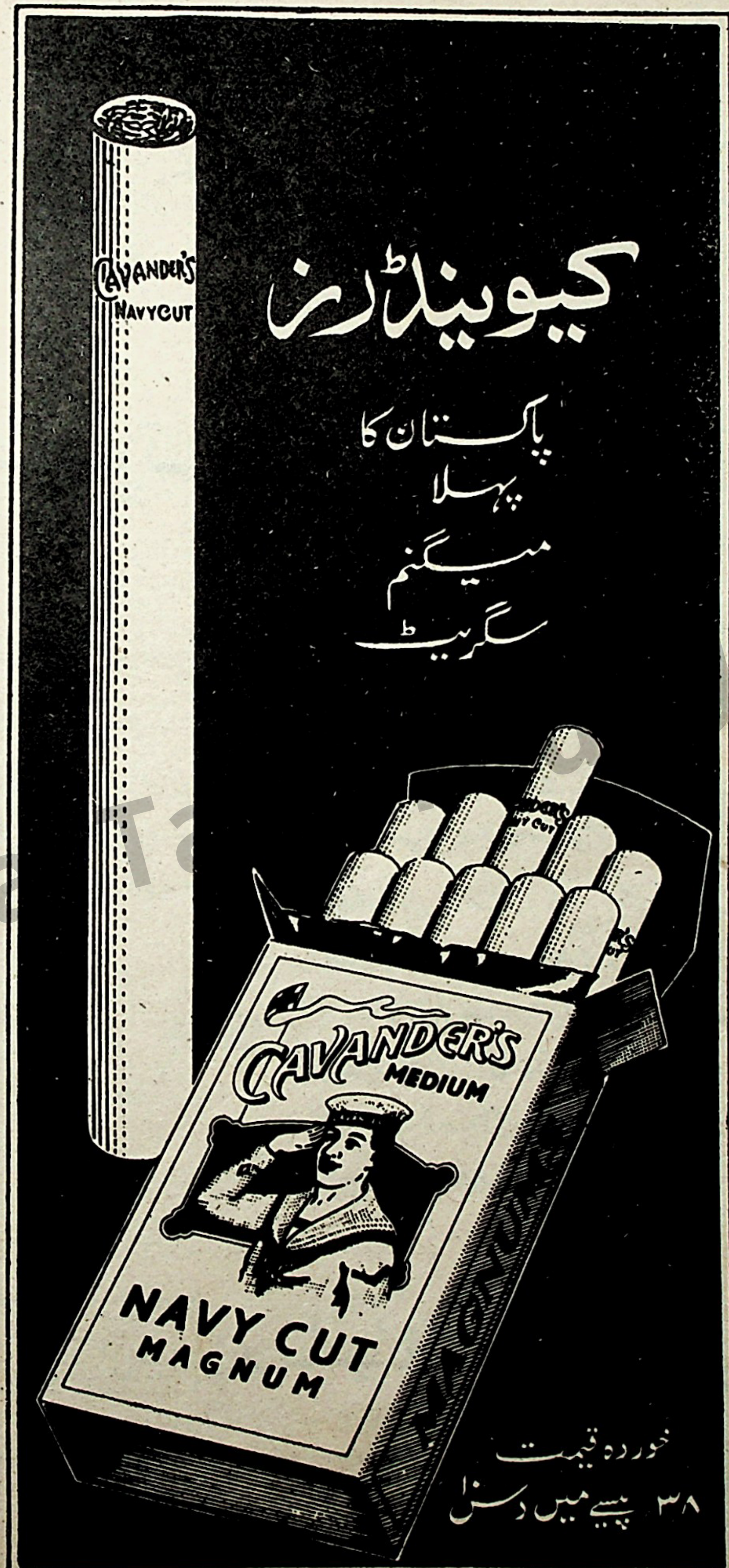
CAVANDER'S
NAVYCUT
کیونڈرز
پاکستان کا
پہلا
میگنم
سگریٹ
CAVANDER'S
MEDIUM
NAVY CUT
MAGNUM
خوردہ قیمت
۳۸ پیسے میں دس نگ

مرحومہ محمودہ بیگم

حُسن کی مَلکہ

یہ طویل افسانہ جنوری ۱۹۶۷ء سے شروع کیا گیا ہے اور پہلی قسط کا خلاصہ یہ ہے کہ کلکتہ اور ایران کے ایک دولت مند تاجر کی دو بیٹیاں تھیں حاجرہ اور بشریٰ۔ حاجرہ کے شوہر تھے بیرسٹر سلیمان اور دو بچے تھے وسیم اور ریحانہ۔ بُشریٰ کی شادی پھوپی کے بیٹے عباس علی سے ہوئی تھی انکی ایک بچی ہے بلقیس۔ بشریٰ ایران میں تھی کہ اُس کی آٹھ سالہ بچی بلقیس کی منگنی دھوم دھام سے حاجرہ کے ۱۳ سالہ بیٹے وسیم سے کی گئی اس منگنی میں بلقیس کی استانی ہربرٹ نے بھی شرکت کی۔ سال بھر بعد بشریٰ سخت بیمار ہوئی اور بچنے کی کوئی اُمید نہ رہی تو اپنی پرانی دوست مس ہربرٹ سے کہا میری بچی کو نہ بھولنا اور شوہر کو وصیت کی کہ میرے بعد دوسری شادی کر لینا مگر بلقیس آپا کے ہاں رہے گی۔ چنانچہ بشریٰ کے انتقال کے بعد بچی خالہ کے پاس رہنے لگی اور عباس علی نے اپنی بیوہ بھاوج نادرہ سے جو جاہل اور بہت بدمزاج عورت تھی شادی کر لی۔ پہلے شوہر سے اس کا ایک لڑکا تھا صغیر نادرہ کے اُکسانے اور بھڑکانے سے عباس بلقیس کو اس کی خالہ کے ہاں سے لے آیا۔ اب بلقیس کو یہ اجازت بھی نہ تھی کہ خالہ کو خط لکھے۔ میٹرک کے بعد وسیم ولایت چلا گیا اور نادرہ نے وسیم سے بلقیس کی منگنی منسوخ کرا کے صغیر سے شادی کرنے پر عباس علی کو رضامند کر لیا۔ مس ہربرٹ کو واقعات کا علم ہوا اور بلقیس نے اس سے کہا اب سوائے موت کے کوئی صورت نجات کی نہیں دکھائی دیتی۔ استانی نے بلقیس کو پہلے بمبئی پھر امریکہ بھیجنے کا انتظام کیا۔ امریکہ میں اس کے بہنوئی مسٹر جون نے بلقیس کو بیٹی بنا کر اُس کی تعلیم کا انتظام کیا اور........

ایک دن میری نے کہا "امی جان! مجھے مذہب تو تبدیل کرنا نہیں ہوگا؟" مسز جون نے کہا۔ "نہیں میں جبر نہیں کروں گی مگر بظاہر تم کو عیسائی بن کر رہنا چاہیے۔ پوشیدہ طور پر تم اپنے کمرے میں مذہبی کتابیں بھی نماز پڑھ سکتی ہو۔ تمہارے ابا جان بھی عربی جانتے ہیں۔ مذہب اسلام سے واقف ہیں۔ انگریزی میں اسلام کی کتابیں بھی ہمارے یہاں موجود ہیں۔

دیکھتے ہی دیکھتے دن گذر گئے۔ مسٹر ہربرٹ نے انتقال کیا۔ کُل نقد جنس کوٹھی جائداد بیٹیوں کے نام رجسٹری کر گئے تھے۔ کئی ماہ رہ کر مسٹر جون مع بیوی اور لڑکی لندن آئے۔ میری بھی نانا کے ماتم میں سیاہ پوش تھی۔ فلورا نے ہندوستان کا مشن کو چھوڑ دیا۔ چونکہ وہ اپنے منگیتر کے مرنے کے بعد سے تارک الدنیا ہو گئی تھی اس لئے امریکہ ہی میں مشن کا کام مفت کرنے لگی۔ اپنے حصّہ میں ایک حصّہ میری جون کے نام لکھ دیا اور ایک حصّہ مشن میں خیرات کر دیا، کبھی وہ لندن جاتی، کبھی امریکہ میں رہتی۔

(۱۱)

میری جون اپنی نئی زندگی نہایت خوشی کے ساتھ بسر کر رہی تھی وہ حقیقی والدین کو بھول گئی تھی مسٹر اور مسز جون لڑکی کو آنکھوں کا نور دل کا سرور سمجھتے۔ مسز جون کی سہیلیاں تعریف کرتی تھیں اور کہتی تھیں تمہاری لڑکی جیسی بیٹی خدا سب کو نصیب کرے کیسی نیک، فرمانبردار ہر کام میں طاق حیا پرور ہے، آج کل کی لڑکیوں میں یہ باتیں کہاں۔

مسز جون ۔ "میں خدا کا شکر ادا کرتی ہوں۔ لوگ میری بیٹی کی تعریفیں کرتے ہیں۔ اور وہ ہے بھی تعریف کے لائق، اُس کو لکھنے پڑھنے میرے ساتھ خانہ داری کے کاموں سے اتنی فرصت نہیں ملتی کہ سہیلیوں کا دائرہ بڑھائے۔ وہ خود بھی نہیں ملتی اور نہ میں پسند کرتی ہوں۔ صرف تین چار لڑکیاں میرے یہاں آتی ہیں۔ اور میں میری کو اُن سے ملنے کی اجازت دیتی ہوں"۔

اب میری جون کالج میں پڑھتی تھی۔ مسٹر جون لڑکی کو ہمراہ لے کر کالج جاتے اور ساتھ واپس لاتے۔ مسٹر مسز جون لڑکی کو کسی مرد سے ملنے نہ دیتے تھے۔ میری کی بڑی تعریفیں ہو رہی تھیں۔ مسٹر جون کو آج خطاب ملا تھا جس کی خوشی میں انہوں نے ڈنر دیا تھا فلورا بھی شریک تھی۔ میری ماں کے ہر کام میں ساتھ ساتھ تھی۔ سب مہمان رخصت ہوئے۔ میری کی تعلیم و تربیت کا چرچا دُور دُور تک پھیلا۔ اس کے حسن کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ اُس کی سیرت چمکدار سہرا تھی۔ میری کے تعلیم سے فارغ ہوتے ہی اس کے لئے درخواستوں پر درخواستیں آنے لگیں۔ مسٹر جون سب کو یہی جواب دیتے ابھی مجھے لڑکی کی شادی کی کوئی جلدی نہیں۔

آج سر جون لیڈی جون اور فلورا میں یوں گفتگو ہوئی۔

لیڈی جون ۔ "اگر فلورا مسز سلیمان کو ایک خط لکھ کر دریافت کریں تو معلوم ہو اُن کے لڑکے کی شادی ہو گئی ہے یا نہیں"۔

سر جون ۔ "میں تمہارا مطلب سمجھ گیا۔ خیر کیا مضائقہ ہے"۔

فلورا نے ایک خط مسز سلیمان کے نام لکھا۔ واپسی ڈاک سے جواب آیا جس کا مضمون یہ تھا۔

میری پیاری مس ہربرٹ! ایک مدت کے بعد آپ کا خط ملا۔ یاد آوری کا شکریہ۔ آپ نے ہندوستان چھوڑا اور ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہو گئیں۔ جس کا افسوس ہے۔ خدا آپ کو وطن میں خوش رکھے یہی دعا ہے۔ میری گمشدہ بھانجی کا کہیں پتہ نہ ملا۔ عباس نے سارا الزام مجھ پر عائد کیا نالش مقدمہ بھی ہوا۔ بڑے بڑے معرکے سر ہو گئے۔ ہماری طرف سے خیانت کا دعویٰ ہوا۔ ڈگری ملی۔ کلکتہ کا مکان میرے حصّہ میں آیا۔ عباس مع بیوی ایران گئے۔ سنتی ہوں صغیر نے سب برباد کر دیا ہے۔ وسیم کو اپنی منگیتر کا بڑا صدمہ ہوا تھا۔ ہم نے اُس کو لندن بھیجا اور اب وہ ایم۔ اے میں کامیاب ہو کر بیرسٹری کے امتحان کی تیاری کر رہا ہے۔ ہم نے کہیں نسبت نہیں کی۔ جب وہ آئے گا تو دیکھا جائے گا۔ ریحانہ کا صرف نکاح اُس کے پھوپی زاد نسیم سے ہو گیا ہے وہ بھی وسیم کے ساتھ لندن میں تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ میرے شوہر بمبئی ہائیکورٹ کے جج ہیں۔ میں بہت جلد بمبئی جانے والی ہوں امید ہے کبھی کبھی یاد فرماتی رہئے گا۔

ہاجرہ سلیمان

Taj Tahir Foundation

لیڈی ـــ "خیر اتنا تو معلوم ہوا کہ وسیم اب تک کنوارا ہے۔" سر جون ـ "میں پتہ لگا کر لڑکے کو ضرور دیکھوں گا۔ مجھے خیال ہوتا ہے اس نام کا لڑکا ایم۔ اے میں میرا شاگرد تھا۔"

فلورا ـ "ضرور پتہ لگائیے گو لڑکی نیک ہے۔ مگر اُس کے دل میں ضرور وسیم کا خیال ہوگا۔"

لیڈی ـــ میں اسکی شادی اُس کی رضامندی سے کرونگی، چاہے وسیم ہو چاہے کوئی اور، مگر اُس کی رضامندی ضرور لوں گی۔

(۱۲)

آج لندن میں بڑے دھوم دھام کا جلسہ ہو رہا ہے۔ ملک ملک سے حسین لڑکیاں آئی ہیں۔ لوگ جوق در جوق آ رہے ہیں۔ آج حُسن کی ملکہ کا خطاب سب لڑکیوں میں سے حسین ترین لڑکی کو ملنے والا تھا۔ لڑکیاں کرسیوں پر بڑے ناز ادا سے بیٹھی ہیں۔ اتنے میں میری جون اپنے والدین کے ہمراہ بڑے ناز سے آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتی آئی۔ اس کا لباس سرخ ریشمی تھا۔ جس پر مصنوعی ہیرے کے نگوں سے کام بنا ہوا تھا۔ سر پر ایک تاج نما ٹوپی جس کے نیچے ایک باریک رومال اس پر ہیرے کے نگ لگے ہوئے، ایک کونا پشت پر، دو کونے مونڈھے پر کلپ سے اٹکے ہوئے تھے۔ الماس کے قیمتی زیور گلے، ہاتھ کان میں جگمگا رہے تھے۔ نازک انگلی پر الماس کی انگشتری۔ ایک ایک ادا ناز آفریں سراپا سانچے کا ڈھلا ہوا۔ ایسی حسین لڑکی تو آج تک نظر سے نہیں گذری۔ کسی نے کہا سبحان اللہ کیا حسن خداداد ہے۔ کسی نے کہا۔ اور لباس بھی ویسا ہی نرالی وضع کا یہ تو لال پری ہے۔ معلوم ہوتا ہے ابھی ابھی اِندر کے اکھاڑے سے آئی ہے۔ کسی نے کہا۔ خوبصورت عورتیں سینکڑوں دیکھنے میں آتیں ہیں ایسی بے مثال حسین نور مجسم کبھی خواب میں نہ آئی تھی۔ جن عورتوں کو حسن پر دعویٰ تھا۔ اپنے آپ کو حسینوں کی سرتاج سمجھتی تھیں۔ میری کو دیکھ کر اُن کے ہوش گُم ہو گئے۔ سب نے ایک زبان ہو کر کہا "یہی لڑکی حسن کی دیوی، جنت کی حور، پرستان کی پری ہے حُسن کی ملکہ ہے۔"

وزیر اعظم نے ایک سونے کا مِڈل جس پر حُسن کی ملکہ لکھا ہوا تھا سنہری زنجیر لگی ہوئی تھی۔ میری کے گلے میں ڈالا۔ سب نے حسن کی ملکہ زندہ باد کا نعرہ لگایا۔ لوگ صورت دیکھنے کی غرض سے ایک ایک کو دھکے دیتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ چند ہندوستانی بھی تھے انھیں میں وسیم نسیم بھی موجود تھے۔ جب میری اپنے والدین کے ساتھ جانے لگی تو لوگوں نے نعرہ لگا کر کہا۔ سر جون لیڈی جون کو ہم مبارکباد دیتے ہیں۔ آپ حسن کی ملکہ کو بیس منٹ اور ٹھہرائیں تاکہ سب لوگ اچھی طرح دیکھ لیں۔ سر جون ٹھہر گئے آج دونوں میاں بیوی انتہا سے زیادہ خوش تھے کہ انکی لڑکی حسن کی ملکہ ہوئی۔ لڑکیوں کے فوٹو لئے گئے۔ پھر سب رخصت ہوئے۔ جلسہ برخواست ہوا۔ میری کی سہیلیوں ثریا اور اگنس نے میری کو مبارکباد دی۔ ثریا ایک ہندوستانی نواب خاندان کی لڑکی میری کے ساتھ پڑھتی تھی۔ اس کے والدین بھی لندن میں تھے۔ سر جون اور لیڈی جون نواب اور بیگم کے ملاقاتی تھے۔

دوسرے روز سر جون کے یہاں بہت سے مرد اور عورتیں مبارکباد دینے آئیں۔ نواب صاحب مع بیگم اور ثریا کے آئے۔ مس ٹامس مالک مکان کے یہاں چند سال سے کئی ہندوستانی لڑکے ٹھہرے ہوئے تھے جن میں وسیم نسیم ناصر بھی تھے۔ آج وسیم کے چہرے پر افسردگی چھائی ہوئی تھی وہ آرام کرسی پر لیٹا اخبار دیکھ رہا تھا اور حُسن کی ملکہ کے فوٹو کو دیکھ دیکھ کر آہ سرد بھر رہا تھا اور دل میں کہتا تھا "الٰہی خیر یہ کیا خیالِ خام ہے۔ کجا وہ کجا میں ہر چند اس صورت کو بھولنا چاہتا ہوں۔ مگر بے سود۔ وہ ہر وقت پیشِ نظر ہے" اتنے میں نسیم آئے وسیم کو دیکھ کر بولے۔

"ایں آج آپ افسردہ خاطر کیوں ہیں؟" وسیم ـ "طبیعت سست ہے"۔

نسیم ـ جی نہیں، کل ہی سے میں دیکھ رہا ہوں، اس خیال خام سے باز آؤ"۔

وسیم ـــ " بھئی میں تو لاکھ چاہتا ہوں۔ مگر وہ چاند سی صورت پیشِ نظر ہے"۔

Taj Tahir Foundation

نسیم ۔ "سنو صاحب، ہوش میں آؤ، اچھی صورت سب کو بھلی معلوم ہوتی ہے۔ لاکھوں مرد، عورتیں اس پری کے حسن کے مداح ہیں وہ حسن کی ملکہ کسی شہزادہ رئیس زادہ، یورپین کی بیوی ہوگی۔ آپ کی کیا حقیقت ہے"۔

وسیم ۔ "یہ تو میں سمجھتا ہوں مگر دل کا کیا کروں"۔ نسیم ۔ "شامت آئی ہے، ذلیل ہوگے"۔

وسیم ۔ "میں بس ایک نظر دیکھنے کا مشتاق ہوں"۔ نسیم ۔ "ہم نے مس ٹامسن سے سُنا ہے یہاں پردہ پر نہیں مانتا گو وہ عیسائی ہیں، مگر اُنکی وضع نرالی ہے۔ لڑکی کو تنہا کہیں نہیں جانے دیتے۔ ہر وقت سائے کی طرح ساتھ رہتے ہیں اور لڑکیوں کی طرح نوجوان مردوں سے ملنے نہیں دیتے۔ پھر آپ کی مراد کیونکر بر آئیگی"۔ وسیم ۔ "دور سے ہی دیکھ لوں گا"۔

نسیم ۔ امتحان قریب ہے، پڑھنے کی تیاری کرو۔ کئی روز سے عجیب شکل بنائے بیٹھے ہو۔ اگر یہی حال۔ ہا تو پاگل خانہ کی سیر کرو گے"

وسیم ۔ جی میں دیوانہ نہیں ہوں، امتحان کی تیاری ضرور کروں گا"۔

اتنے میں ناصر آگئے تو وسیم نے کہا۔ "آپ کہاں گئے تھے"۔

ناصر ۔ "سسرال"

نسیم ۔ "چہ خوش بیوی ندارد اور سسرال"

ناصر ۔ "آخر میری نسبت تو ٹھہر چکی ہے یا نہیں ۔ پھر سسرال ہے"۔

نسیم ۔ "یہ کہئے ثریا بیگم سے ملنے گئے تھے"۔

ناصر ۔ "اُن سے تو ملاقات ہی نہ ہوئی وہ اپنی سہیلی حُسن کی ملکہ سے باتیں کر رہی تھیں"۔

نسیم ۔ آپ حُسن کی ملکہ سے ملے؟"

ناصر ۔ نہیں دور سے دیکھا۔ کیا حُسن خداداد پایا ہے، اللہ نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے"۔ نسیم ۔ امتحان میں صرف چھ روز باقی ہیں۔ آپ کی شادی امتحان کے بعد ہے؟"۔ ناصر ۔ "ہاں امتحان کے بعد تاریخ مقرر ہوئی ہے۔ یہ وسیم کیوں سست ہیں؟"

وسیم ۔ "یوں ہی طبیعت سست ہے"۔

ناصر ۔ "امتحان میں چھ روز باقی ہیں"۔ وسیم ۔ "میں دن رات پڑھنے کا عادی نہیں ہوں۔ مگر خدا کے فضل سے ہمیشہ اوّل آیا ہوں"۔

(۱۳)

دن گذر گئے۔ بیرسٹری کے امتحان کا نتیجہ معلوم ہوا۔ وسیم اوّل آئے۔ آج نواب صاحب کے یہاں بڑی تیاریاں ہو رہی ہیں مرد، عورتیں جمع ہیں۔ ثریا بیگم کو عروسی لباس پہنایا گیا ہے۔ میری حُسن کی ملکہ بڑی خوشی کے ساتھ شادی میں شریک ہے۔

صفیہ بیگم ۔ (ثریا کی بھاوج) نے میری سے کہا۔ "میری بہن آپ کے حُسن کی دُھوم مچی ہوئی ہے لیکن آج تو ثریا بیگم کے حُسن پر بھی نور برس رہا ہے"۔

میری ۔ (ہنس کر)۔ "آپ مجھے بنا رہی ہیں کیا میرا حُسن۔ مجھے نہ حُسن پر دعویٰ ہے نہ لیاقت پر گھمنڈ"۔

ایک سہیلی ۔ "اے واہ تم دعویٰ نہ کرو مگر سارا زمانہ تمہارے حُسن کا مداح ہے"۔

دوسری سہیلی ۔ "یہ لاکھوں میں انتخاب کروڑوں میں لاجواب ہیں۔ مگر مزاج میں غرور نام کو نہیں ہے"۔

Taj Tahir Foundation

صفیہ — "بے شک یہ ہمہ صفت موصوف ہیں میں تو مذاق کر رہی ہوں"۔

سہیلی — "ہماری ثریا بیگم بھی حسین ہیں اور آج تو دلہن ہیں"۔

اتنے میں بارات آگئی دولہا کے ہمراہ اُن کے چند دوست، مالک مکان مسٹر مسز ٹامسن، نسیم وسیم بھی تھے۔ جب سب آگئے تو نکاح کی رسم ادا ہوئی۔ ایک ہندوستانی مولوی صاحب جو نواب صاحب کے یہاں آئے ہوئے تھے نکاح پڑھایا۔ دولہا کے قریب دلہن کو بٹھایا گیا۔ مبارک سلامت کی دھوم ہوئی۔ مہمانوں نے کھانا کھایا۔ وسیم کی نظر حُسن کی ملکہ سے دوچار ہوئی۔ تو ایک تیر جگر کے پار ہوا۔ وہ پری خوشی خوشی گھوم رہی تھی۔ پھر دولہا دلہن کے قریب آئی۔ اور کہا "پیاری ثریا! مبارک ہو"۔ اور اپنا تحفہ میز پر رکھا۔ لیڈی جون بھی آئیں۔ اور تحفہ رکھا۔ مس ٹامسن سے باتیں کرنے لگیں۔

مس ٹامسن — "یہ دولہا اور ان کے دوست مسٹر وسیم مسٹر نسیم میرے یہاں چار سال سے رہتے ہیں۔ سب لڑکے نیک ہیں" پھر وسیم کی طرف مخاطب ہو کر بولیں۔ "یہ لیڈی جون ہماری دوست ہیں"۔ وسیم — "زہے نصیب کہ فدوی کو زیارت نصیب ہوئی"۔

لیڈی جون — "آپ کا وطن ہندوستان ہے۔ مگر آپ کس شہر کے باشندہ ہیں؟"۔ وسیم — "پنجاب لاہور"۔

لیڈی جون — "کہاں تک تعلیم حاصل کی"۔ وسیم — "ایم۔ اے کے بعد بیرسٹری میں گذشتہ ہفتے کامیاب ہوا ہوں"۔

لیڈی جون — "پھر جلد وطن جاؤ گے"۔ وسیم — "جی ہاں والدہ کی تاکید رہتی ہے"۔

لیڈی جون — "آپ کا پورا نام کیا ہے؟"۔ وسیم — "وسیم سلیمان"۔

لیڈی جون — (دل میں) کیا یہی وسیم سلیمان ہیں۔ ہاجرہ بیگم کے فرزند مگر میں کیونکر دریافت کروں۔ کچھ سوچ کر اپنی بہن فلورا کو بلایا فلورا قریب آئیں۔

فلورا۔ (وسیم کو غور سے دیکھ کر) اخاہ مسٹر وسیم آپ نے پہچانا"۔ وسیم — "آج حافظے نے بڑا ہی دھوکا دیا"۔

فلورا "مس ہربرٹ کو آپ بھول گئے۔ میں آپ کی بہنوں کی اُستانی ہوں"۔

وسیم کھڑے ہو کر آداب بجا لائے اور کہا۔ "اب یاد آیا۔ مس صاحبہ! آپ سے میں کہاں مل سکتا ہوں؟"

مس فلورا — "میں خود بذریعہ فون آپ کو اطلاع دوں گی۔ مسز ٹامسن کے مکان میں رہتے ہیں نا!"

وسیم — "جی ہاں"۔ مس فلورا "آپکی والدہ اچھی ہیں"۔

وسیم — "جی سب خیریت ہے"۔ مس فلورا۔ "ریحانہ"۔

وسیم — "وہ بھی اچھی ہے"۔ مس فلورا — "کہاں تک تعلیم پائی"۔؟ وسیم — "بی۔ اے میں کامیاب ہوئی ہے"۔

مس فلورا۔ "کیا شادی ہو گئی؟"۔ وسیم — "نہیں صرف نکاح ہوا ہے (نسیم کی طرف اشارہ کر کے) یہ ہمارے پھوپی زاد بھائی ریحانہ کے شوہر ہیں"۔ مس فلورا نے نسیم سے شیک ہینڈ کیا اور بولیں۔ "مسٹر نسیم مجھے آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی"۔ نسیم — "مجھے بھی نہایت خوشی ہوئی کہ آپ کی زیارت نصیب ہوئی"۔

دولہا، دولہن رخصت ہوئے۔ مہمان بھی رخصت ہوئے۔ وسیم نسیم نے واپس آ کر لباس تبدیل کیا۔ پھر وسیم نے کہا —

"بعد مدت کے مس ہربرٹ سے ملاقات ہوئی"۔

نسیم ــ "بڑی خلیق ہیں اب تک ہم لوگوں کو نہیں بھولیں"۔
لیڈی جون کوٹھی گئیں۔ لیڈی جون اور فلورا نے تخلیہ میں سر جون سے سارا حال بیان کیا۔ سر جون بولے۔
"آپ کو بلانا چاہیئے ــ مگر میری کا راز ان پر ظاہر کرنا"۔ سب نے اتفاق کیا

(۱۴)

پروفیسر ڈاکٹر البرٹ جون کی عالیشان کوٹھی میں دو ہندوستانی قیمتی لباس زیب تن کئے تیز قدم اٹھاتے ہوئے داخل ہوئے۔ کارڈ دیا خادم کارڈ لے کر اندر گیا اور جلد ہی واپس آکر دونوں کو ہمراہ لے کر ہال میں داخل ہوا۔ فلورا نے بڑھ کر استقبال کیا اور بولیں۔ "مسٹر وسیم مسٹر نسیم یہ ہمارے بہنوئی پروفیسر سر البرٹ جون ہیں اور یہ لیڈی جون ہیں۔ یہ ہماری بھانجی میری جون ہے۔ جس کو حسن کی ملکہ کا خطاب ملا ہے"۔

وسیم کا چہرہ خوشی سے گلنار ہو رہا تھا۔ وسیم خوبصورت جوان رعنا تھے۔ ورزش کیا ہوا جسم بڑی بڑی آنکھیں، سر پر گھنگھریالے بال، چمکدار پیشانی، سرخ و سفید رنگ۔ انہوں نے سب کو تعظیم دی اور کرسی پر بیٹھ گئے اور سر جون کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ "آج ہماری مہربان مس ہربٹ کی بدولت جناب سے ملاقات کا شرف فدوی کو حاصل ہوا۔ زہے نصیب"۔ نسیم ــ (ہنس کر) "جناب ہمارے استاد بھی ہیں۔ آکسفورڈ میں جناب ہمارے پروفیسر تھے"۔

سر جون (ہنس کر) "مجھے اپنے شاگردوں سے ایک قسم کی محبت ضرور ہے۔ جن بھون گھوش، شیر سنگھ پنجابی اکثر ہمارے یہاں آتے ہیں۔ یہ بھی ہمارے شاگردوں میں ہیں"۔ وسیم ــ "جناب کی لیاقت کی دھوم مچی ہوئی ہے"۔

سر جون :ــ "آپ ہی کا نام وسیم سلیمان ہے نا! بیرسٹری کے امتحان میں آپ ہی اوّل آئے ہیں یہ کچھ کم فخر کی بات نہیں ہے"۔

وسیم ــ "آپ جیسے بزرگوں کی بدولت ورنہ من آنم کہ من دانم"۔

اتنے میں لیڈی جون نے چائے پیش کی۔ سب نے ادب سے شکریہ ادا کر کے پی

وسیم نسیم نے اجازت چاہی تو سر جون نے کہا "مسٹر وسیم میں آپ سے مل کر بہت خوش ہوا جب تک لندن میں قیام ہے جب فرصت ہو مجھ سے ملنا۔ ہر وقت آپ آسکتے ہیں۔ میری غیر موجودگی میں میری بیوی اور لڑکی آپ سے ملیں گی"۔ وسیم نے شکریہ ادا کیا اور رخصت ہوئے۔

جائے قیام پر پہونچ کر نسیم نے کہا۔ "آپ ہیں قسمت کے دھنی۔ سر جون نے لڑکی کو بھی آپ سے ملنے کی اجازت دے دی مگر ہوشیاری سے ملنا۔ دل کا راز ظاہر نہ ہونے پائے"۔

وسیم ــ "شانِ خدا ہے آپ اور ہمیں بنائیے"۔

سر جون کے یہاں یوں گفتگو ہوئی۔

سر جون :ــ "وسیم سلیمان میری کے منگیتر ہیں۔ صورت شکل مزاج کے اچھے ہیں"۔

لیڈی جون :ــ "لیکن انہی شادی اُن کے والدین کریں گے"۔

فلورا ــ "انہوں نے میری کو نہیں پہچانا"۔

سر جون :ــ "دس سال گذر گئے۔ کیوں کر پہچانتے"۔

لیڈی جون ــ "اور کیا فلورا ــ میری کو خدا نے وہ حسن دیا ہے کہ ایک نہیں ہزار اس شمع رو کے پروانے ہو رہے ہیں"۔

Taj Tahir Foundation

لیڈی جون :۔ "میں چاہتی ہوں۔ میری وسیم سے ملا کرے شاید وہ شادی کی درخواست کریں"۔

سر جون ۔ "میری بھی یہی خواہش ہے۔ آج میں ایک اشتہار اخبار میں دیتا ہوں"۔

فلورا ۔ "میں میری کو بھی سمجھا دوں گی"۔

لیڈی جون :۔ "اُس کو تو خبر نہیں کہ وسیم اُسکے منگیتر ہیں"۔

فلورا ۔ "نہیں"۔

لیڈی جون نے میری کو بلایا اور کہا ۔

"بیٹی اب تم جوان ہو ۔ تمہاری شادی کر دینا ضروری ہے ہزار کے قریب درخواستیں آ چکی ہیں ۔ سب یورپین ہیں شہزادے رئیس زادے لارڈ کے لڑکے بڑے بڑے افسر ۔ مگر تم اپنے مذہب پر ہو۔ اگر تمہارے منگیتر کی طبیعت تمہاری طرف مائل ہوگی تو سبحان اللہ۔ ورنہ آج کے اشتہار میں ہر مذہب کے نوجوان درخواست ضرور کریں گے اُن میں سے کسی کو تمہاری مرضی لے کر منظور کر لوں گی"۔

میری ۔ "کیا یہی ہمارے خالہ زاد بھائی وسیم ہیں"۔

فلورا ۔ "ہاں! نہ تم نے اُنکو پہچانا نہ اُنہوں نے تم کو، اس راز کو یوں ہی رہنے دو"۔

میری ۔ "میں آپ لوگوں کے خلاف کچھ نہ کروں گی"۔

(باقی)

اگر آپ چاہتی ہیں کہ "عِصمت" زیادہ سے زیادہ ترقی کرے تو اُس کی توسیعِ اشاعت میں حصہ لیجیے

نقی محمد خان خورجوی

بیگم

خدا کا شکر ہے کہ زبان اُردو کی طرف محکمۂ تعلیم اور عوام کی خاص توجہ ہے جو اس سے پہلے نہیں تھی لیکن نوجوان مردوں اور عورتوں کی طبیعت اب بھی زبان انگریزی کی طرف مائل ہے سوائے پاکستان کے کوئی ملک ایسا نہیں جس کی اپنی زبان میں اپنی معاشرت اور اپنا مخصوص لباس نہ ہو انگریزوں کی دوسو سال کی حکومت میں ہماری زبان اُردو کو انگریزی کی وجہ سے وہ فروغ حاصل نہ ہو سکا جس کی توقع تھی ۔ آج سے پچاس سال قبل مستورات کو بکثرت مثلیں اور کہاوتیں یاد تھیں اور دوران گفتگو میں اُن کو بلا تامل استعمال کرتی تھیں اب تو وہی مثل ہے ۔ "کوا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا"۔ محاورے بلا تکلف استعمال ہوتے تھے لیکن افسوس یہ ہے کہ غلط الفاظ اور محاورے جو زبان زد خلائق ہیں اُنکی اصلاح کی طرف اہل ذوق کی توجہ نہیں ہے ۔ مثال کے طور پر لفظ "بیگم" کو ہی لیجیے اس کی وجہ تسمیہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ لفظ بیگ ترکی لفظ ہے جو مغلوں کے نام کا جزو ہے اور مغلوں کے ساتھ ہندوستان آیا اور رائج ہوا۔ لفظ بیگ ہی کی رعایت سے شاہی خاندان کی خواتین بیگمات یا بیگم کہلائیں اور یہ لفظ قلعۂ معلی تک ہی محدود رہا ۔ آج سے اسّی سال قبل میرے لڑکپن میں شیخ کی بیوی شیخانی بی بی ۔ سید کی بیوی کو سیدانی بی بی اور پٹھان یعنی خان کی بیوی کو خانم کہتے تھے ۔ انگریزوں کی تقلید میں اب بیوی کے لئے مسز فلاں یا مس فلاں کہا جاتا ہے یہ ترجمہ ہے اہلیہ فلاں ۔ یا صاحبزادی فلاں کا ۔ آپس میں مستورات ایک دوسرے کا نام لیتی تھیں ۔ ان سب تفصیلات کو مدِنظر رکھ کر غور فرمائیے کہ لفظ بیگم کا عام استعمال کہاں تک مناسب ہے ۔ میں اس بارے میں خواتین کی رائے معلوم کرنا چاہتا ہوں ۔

Taj Tahir Foundation

سب سے محفوظ

سب سے نزدیک

پوسٹ آفس سیونگ بینک

اور اس کی ۹۰۰۰ سے زیادہ شاخیں

سب سے فائدہ مند

سب سے آسان

Taj Tahir Foundation

سب سے محفوظ: حکومت پاکستان اس کی ضامن ہے۔

سب سے آسان: آپ صرف دو روپے سے حساب کھول سکتے ہیں۔ اس کے بعد ایک روپیہ کی رقم تک جمع کروا سکتے ہیں یا نکلوا سکتے ہیں۔ ایک بڑے ڈاک خانہ کی حدود میں ہر چھوٹے ڈاک خانہ سے رقم نکلوانے کی سہولت بھی مہیا ہے۔

سب سے فائدہ مند: عام حسابات پر چار فیصد اور ایک، دو یا تین سال کیلئے جمع کی ہوئی رقم (فکسڈ ڈپازٹ) پر ساڑھے چار، پانچ اور ساڑھے پانچ فیصد تک سالانہ منافع ملتا ہے۔ منافع پر انکم ٹیکس معاف۔

سب سے نزدیک: آپکے گھر یا دفتر کے آس پاس کوئی نہ کوئی ڈاک خانہ ضرور ہوگا۔

پوسٹ آفس
سیونگ بینک

اپنے گھر بار کیلئے
بچت کیجئے
اپنے وطن کے لئے

پڑھے لکھوں کی جہالت

۱۔ "چائے کس نام کو تھی ورنہ میز پر عمدہ سے عمدہ قسم کے پھل تھے۔ لکھنؤ کا مشہور لنگڑا آم، علی گڑھ کے کسیرو تلے ہوئے، سہارنپور کی لیچی، بھنی ہوئی مچھلی"۔

۲۔ اس کا کوٹ خاک میں پٹا ہوا تھا۔

۳۔ دوران وقوع وہ سوچ میں پڑ گئی۔

۴۔ نام نہاد طور پر اُسے بھی بلا لیا تھا۔

یہ فقرے ہیں ایک ترقی پسند ادیب کے ایک افسانہ سے

۱۔ 'چائے کس نام کو تھی' کا مطلب ہے کہ چائے تھوڑی تھی بہت کم تھی حالانکہ افسانہ نگار بتانا یہ چاہتا ہے کہ نام کو چائے کا تھا ورنہ عمدہ عمدہ پھلوں سے بھی تواضع کی گئی تھی۔

لنگڑا آموں کی ایک قسم ہے جس طرح سرولی وغیرہ مگر لنگڑا لکھنؤ کا نہیں بنارس کا مشہور ہے۔

کسیرو علی گڑھ میں نہیں میرٹھ میں ہوتے ہیں اور پھر کچے کھائے جاتے ہیں یا اُبلے ہوئے۔ کسیرو تلے نہیں جاتے۔

سہارنپور کے لوکاٹ مشہور ہیں اور دہرہ دون کی لیچیاں۔

واحد لیچی ہیں جمع لیچیاں لکھنا چاہیئے آم جولائی اگست میں ہوتا ہے۔ برسات کا خاص پھل ہے۔ کسیرو جاڑوں کا اور لیچیاں مئی جون کی گرمی میں ہوتی ہیں۔

۲۔ خاک میں پٹا ہوا غلط ہے خاک میں اٹا ہوا لکھنا چاہیئے۔

۳۔ سیدھی سی بات ہے اُس وقت وہ سوچ رہی تھی۔

۴۔ مطلب ہے برائے نام یا محض نام کو اُسے بھی بلوا لیا تھا۔

ایک شاعر اپنے بیرسٹر دوست کے مکان پر گیا اور اس سے کہا اس کوٹھی میں اوپر نیچے کتنے کمرے ہیں"۔ بیرسٹر نے کہا۔ "یوں سمجھیئے، ایک دو...... لو دس۔ جی ہاں دس کمرے ہیں اور باتھ روم اُن کے علاوہ"۔

گویا باتھ روم بھی کوئی رہنے یا سونے کی جگہ ہے۔

"وہ درخت آپ کی کوٹھی میں ہے نا"۔ " جی ہاں وہ پچھواڑہ ہے اور وہاں لان ہے جہاں بڑا سرسبز ہے"۔

لان تو مکان کے سامنے کے حصہ میں ہوتا ہے اور پچھلے حصہ میں صحن۔ پھر یوں کہنا چاہیئے تھا کہ لان تو آج کل سرسبز ہے۔

بیرسٹر نے کہا... "آپ کا شمار تو اب نامی شعراؤں میں ہوتا ہے"۔

شاعر واحد۔ شعرا یا اُردو قاعدہ سے شاعروں۔ جمع شعراؤں جمع الجمع غلط ہے جس طرح، علماؤں، وجوہاتوں، خیالاتوں۔

شاہی کباب کی ترکیب ۱۔ قیمہ پاؤ سیر، ادرک بیر کے برابر، سفید زیرہ آدھا چائے کا چمچہ۔ چنے کھانے کے چمچے بھر خشخاش ایک کھانے کی چمچہ بھر۔ لونگ ۶۔ بڑی الائچی۔ ایک، سرخ مرچ ۵ عدد، نمک ۵ تولہ۔

ترکیب کا یہ وزن ایک زنانہ پرچہ میں چھپا ہے بیر باغی بھی ہوتا ہے اور جھاڑی بوٹی کا بھی اور چھوٹا بھی بڑا بھی لکھنا چاہیئے تھا کون سا۔ چنے چھلے چھلائے لکھنا چاہیئے تھے ورنہ بغیر چھلکے چنے کم رہیں گے خشخاش کھانے کے چمچہ کی نہیں چھوٹے چمچہ یعنی چائے کے چمچہ کی ہونی چاہیئے، سرخ مرچیں دو نہیں زیادہ سے زیادہ ۳ لکھنی چاہئیں، ۵ مرچیں بہت زیادہ ہیں اور ۵ تولہ نمک تو حد ہی ہوگئی۔

Taj Tahir Foundation

آپ بیتی

عصمت میں آپ بیتی سچی کہانیوں کا سلسلہ مدت سے جاری ہے۔ بہنوں کے واقعات زیادہ تر بہت ہی دردناک ہیں اور اُن کے پڑھنے سے دل دُکھتا ہے اور عبرت ہوتی ہے خدا کا شکر ہے میں ہر طرح خوش ہوں میری رشتہ کی بزرگ اور برابر والیاں اور میری سہیلیاں مجھے بہت خوش نصیب کہتی ہیں اور اس میں کچھ شک بھی نہیں میں خدا کا شکر جس قدر ادا کروں کم ہے۔ میں اپنے حالات پر غور کرتی ہوں تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ خدا کے کرم کے ساتھ میرے والدین نے جو تربیت مجھے دی اور میں نے جناب علامہ راشد الخیری کی کتابوں کا بہت غور سے جو مطالعہ جاری رکھا وہی میرے دلی سکون اور اطمینان کی زندگی کا باعث ہے۔ میری رشتہ کی اکثر بہنیں اور میری سہیلیاں جب شادی ہوئی تو مجھ سے زیادہ جہیز لے کر سسرال گئیں صورت شکل میں بھی معمولی ہوں اور تعلیم بھی بس انٹرنس پاس کی خاندان بھی بہت اونچا اور مشہور نہیں۔ یہ خدا کی کتنی بڑی مہربانی ہے کہ میری طبیعت میں قناعت ہے اور لالچ اور حسد سے اُس نے ہمیشہ مجھے دور رکھا۔ میری جب شادی ہوئی تو میں یہ خیالات لے کر میکہ سے رخصت ہوئی کہ ساس کا درجہ ماں سے کم نہیں اور شوہر کے بھائی بہن اپنی محبت اور خدمت سے اپنے بھائی بہنوں کی طرح محبت کر سکتے ہیں پھر یہ بھی میرے ذہن نشین تھا کہ الگ تھلگ رہنے میں جتنے فائدے ہیں اُن سے زیادہ نقصان۔ میں نے اپنی ساس کو ہمیشہ ماں سمجھا اور اُنکی شفقت میں کبھی نہیں بھول سکتی وہ خفگی کا اظہار کرتیں تو سراسر میرے اور میرے بچوں کے فائدے ہی کی بات ہوتی۔ میرے شوہر اور میری ساس نندوں میں کوئی اختلاف ہوتا تو میں غیر جانب دار رہتی۔ میرے شوہر کی کمائی کا روپیہ اُن کے بھائی بہنوں پر اُٹھتا تو مجھے ناگوار نہ گذرتا اور میں بھائی کی کمائی میں اُن کو اس کا حق دار سمجھتی۔ میرے شوہر تنخواہ میری ساس کو جب تک اُن کا سایہ ہمارے سر پر رہا لاکر دیتے وہ اُس میں سے کچھ رقم تو بنک میں میرے شوہر کے نام سے جمع کرا دیتیں اور جو کچھ مجھے مہینہ کے خرچ کے لئے دیتیں اُس میں سے بھی کچھ نہ کچھ بچانے کی ہدایت کرتیں اور میں اس پر عمل آج بھی کرتی ہوں۔ اپنے سے زیادہ حیثیت کے عزیزوں کی حرص ہم نے کبھی نہیں کی قیمتی بڑھیا کپڑوں پر صاف ستھرے لباس کو اور مرغن پر تکلف کھانوں پر سادہ صحت بخش غذا کو ترجیح دی میں خوبصورت نہیں۔ معمولی صورت شکل ہے مگر کنگھی چوٹی سے درست ہاتھ منھ دھوتے صاف ستھرے لباس میں رہتی ہوں جب میرے شوہر دفتر سے گھر آتے اور صبح جب بیدار ہوتے ہیں گھر کے ہر حصے کی صفائی کا میں روزانہ خیال رکھتی ہوں اور اس بات کا بھی کہ ہر چیز قرینہ سے اپنی جگہ پر ہو۔

باورچی خانہ کے تمام کاموں کی میں خود ذمہ دار ہوں اور خانساماں کو مددگار سمجھتی ہوں۔ میرے پانچ بچے ہیں سب نماز کے پابند ہیں اور اُن کے ذمہ گھر کا کچھ نہ کچھ کام ہے۔ میرے شوہر میرے قدردان ہیں اور میں بھی اُن کے آرام کا خیال ہر وقت رکھتی ہوں لکھنے پڑھنے کے لئے بھی روزانہ وقت نکال لیتی ہوں۔ کچھ نہ کچھ کام کرتے رہنے کی وجہ سے صحت بھی خدا کا شکر ہے اچھی رہتی ہے اور ڈاکٹروں حکیموں کے چکر سے بھی خدا نے بچا رکھا ہے۔ کفایت شعاری اور محنت کی وجہ سے خدا نے سر چھپانے کو جگہ دے دی ہے اور کچھ کرایہ بھی آجاتا ہے حلال کی کمائی میں اللہ نے بڑی برکت دی ہے اور پھر جہاں ہم خیالی ہو اتفاق ہو محبت ہو وہاں خدا کی برکت نازل ہوتی ہے۔

Taj Tahir Foundation

آرائش و سنگار

خوبصورتی اور دلکشی

اگر آپ کی جلد خشک اور مٹیالی ہو گئی ہے تو سمجھ لیجئے کہ جسم میں وٹامن الف اور ج کی قلت ہو گئی ہے۔ خصوصیت سے حیاتین یعنی وٹامن ج کی کمی سے جلد خشک اور مٹیالی ہو جاتی ہے چنانچہ اس کی تلافی کے لئے ایک گلاس مالٹے یا سنترے کا عرق روزانہ استعمال کیجئے یا ایک دن کے فاصلے سے کچی اور تازہ سبزیاں خوب کھایئے ان سبزیوں میں ٹماٹر گاجر، مولی اور دوسری سبز پتے دار چیزیں ضرور ہونی چاہئیں ان سبزیوں میں وٹامن ج ہوتی ہے چنانچہ ان کے کھانے سے یہ شکایت دور ہو جاتی ہے۔ حیاتین یعنی وٹامن ج ہی وہ قیمتی جوہر ہے جس کو بیوٹی وٹامن کا خطاب حاصل ہے۔ یہ وٹامن کھٹے پھلوں میں کافی مقدار میں ہوتی ہے۔ عام طور پر حیاتین کو بدن میں اکٹھا نہیں کیا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ روزانہ حیاتین جسم میں داخل کرنے کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ جب آپ کافی مقدار میں حیاتین کا استعمال کرتی رہیں گی تو آپکے حسن و جمال کی دولت برقرار رہے گی۔ وٹامن ج کی قلت سے اور بھی کئی روگ پیدا ہوتے رہتے ہیں مثلاً مسوڑوں سے خون رِسنا۔ ٹخنوں پر سوجن آجانا وغیرہ۔

ایکزیما

گرمیوں میں ایکزیما زیادہ ہوتا ہے اگر اُس کی طرف توجہ نہ کی جائے تو جلد خراب ہو جاتی ہے اکزیما اگر معمولی دواؤں سے ٹھیک نہ ہو تو اس کے لئے ایک پیٹنٹ مرہم ٹیوب میں آتا ہے۔ جسے سائی نیلر (Synalar) کہتے ہیں، پرچہ ترکیب استعمال کے مطابق کام میں لائیں، ویسے ایکزیما فساد خون کا ہی سبب ہوتا ہے اس کا اُصولی علاج بھی ہوتا ہے۔

چہرے پر سفید داغ

اکثر عورتوں کے بدن اور چہروں پر سفید داغ جنھیں پھلبہری بھی کہتے ہیں پڑ جایا کرتے ہیں، اس مقصد کے لئے سبلائمڈ سلفر آئی ڈس جسے مصفا گندھک بھی کہتے ہیں، انگریزی دوا فروشوں سے مل جاتی ہے گائے کے مکھن میں جو پندرہ بیس مرتبہ دھویا گیا ہو مقدار ۱۴ اونس میں خوب مخلوط کر کے رکھ لیں۔ صبح بوقت دن ۱۰ بجے دھوپ میں بیٹھ کر چہرہ اور تمام بدن پر مالش کریں اور شام کو بھی دھوپ میں بیٹھ کر مالش کریں پھر گرم پانی سے غسل کر کے بدن کو تولیہ سے سُکھا لیا کریں، ایک ہفتہ یا اس سے زیادہ عرصہ میں اس عمل سے تمام "پھلبہری" دور ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ لیکور آرسی نیکیس ۵ پونڈ ایک اونس تازہ پانی میں حل کر کے ایسی دو خوراکیں صبح و شام کھانے سے پہلے پی لیا کریں، یہ دوا انگریزی دواخانوں سے مل سکتی ہے۔ یہ سفید داغ اور چہرے کے دہا سے اکثر فسادِ خون کے سبب سے ہوتے ہیں، اس مقصد کے لئے دو دین مُلتاب لے کر چرائتہ کلیانہ جوش دے کر ایک ہفتہ تک استعمال کریں تو چہرہ صاف ہو جاتا ہے، اگر ان سب تدبیروں سے چہرے کے داغ اور دہاسے وغیرہ دور نہ ہوں تو کسی ڈاکٹر سے مشورہ لے کر کوئی پیٹنٹ مصفی خون دوا تجویز کرا لیں اور اسے پابندی سے استعمال کریں۔ لیکن آنتوں کی صفائی کے لئے ایک دو مُلتاب کوئی نئی دوا استعمال کرنے سے پہلے ضرور لیں تاکہ پرانا مادہ خارج ہو جائے۔

ناخن

یہ بات یاد رکھئے کہ قدرتی اور اچھا ترشا ہوا ناخن حسن میں دلکشی پیدا کرتا ہے پھر رکھنے والا ناخن اسکو سمجھنا چاہیئے جو بہت صاف و لمبا ہو، پورے سے علیحدہ اتنا ناخن کاٹنا چاہیئے کہ ایک انچ کا سولہواں حصہ باقی رہ جائے۔ ناخنوں کو ناخن کی ریتی سے صاف کرنا چاہیئے

Taj Tahir Foundation

ریڈیو

عمدہ ٹرانزسٹر ریڈیو خریدتے وقت آپ کن باتوں کا خیال رکھتے ہیں؟

جواب سہل ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ کیا یہ نام مشہور و معروف ہے؟ کیا یہ فلپس ہے؟ اور فلپس ہی کیوں؟ فلپس اس لئے کہ یہ نام صد فیصد لاجواب کارکردگی کی ضمانت ہے۔ فلپس اور ریڈیو دو جدا چیزیں نہیں کیونکہ فلپس کی لاجواب کوالٹی۔ ریسیرچ اور شہرۂ آفاق مقبولیت نے اس نام کو ۷۵ سال میں بامِ عروج تک پہونچایا ہے۔

فلپس کوالٹی:- ریڈیو کی ساخت میں فلپس کمپنی ایک نمایاں حیثیت کی مالک ہے ان کا پہلا ریڈیو سنہ ۱۹۲۷ء میں فروخت ہوا۔ اس کے بعد سے آج تک فلپس کے ماہرین تکمیل فن کی مسلسل جدوجہد میں مصروف رہے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے وہ آج آپ کو دنیا کا جدید ترین اور لاثانی ٹرانزسٹر ریڈیو پیش کرتے ہیں۔

فلپس ریسیرچ:- فلپس کے ریڈیو لاثانی ہیں۔ کیونکہ ان کو ہر لحاظ سے یکتا اور مکمل بنانے کے لئے مسلسل تحقیق جاری رہی ہے۔ آج فلپس کی لیبارٹریز میں ۱۲۲۴ سے زائد سائنسدان اس مسلسل جدوجہد میں مصروف ہیں کہ فلپس کی مصنوعات بلحاظ ساخت و کارکردگی لاثانی ہوں۔ نئی نئی ایجادات اور معلومات سے تمام دنیا میں فلپس کی ریڈیو فیکٹریاں فائدہ اٹھاتی ہیں۔ اور اپنے ریڈیو کی برتری برقرار رکھنے میں کامیاب ہوتی ہیں۔

فلپس برانڈ:- فلپس کا جانا پہچانا نشان آپ کے لئے عمدگی کی ضمانت ہے پاکستان اور تمام دنیا میں فلپس ریڈیو کی بڑھتی ہوئی مانگ اس حقیقت کی تصدیق کرتی ہے فلپس کی مصنوعات دنیا کے ۱۲۵ ممالک میں فروخت ہوتی ہیں اور لاکھوں لوگ صبح و شام ان سے لطف اندوز ہوتے ہیں دنیا کا جدید ترین ٹرانزسٹر ریڈیو آج ہی اپنے نزدیک ترین فلپس ڈیلر کے پاس دیکھئے۔

PHILIPS

یہ نشان اس امر کی ضمانت ہے کہ فلپس کی مصنوعات
فنی اعتبار سے برتر۔ بلحاظ ساخت لاثانی۔ قیمت میں مناسب اور انتہائی دیرپا ہیں

JWT 65 PH-124

Taj Tahir Foundation

دسترخوان

قورمہ کوکنی خاصگی

وزن ـــ سوا سیر

لاگت ـ ۱۰ روپیہ

وقت ـــ ۲ گھنٹہ

گوشت ران چھوٹی چھوٹی بوٹیاں بنی ہوئی ایک سیر۔
گھی ایک پاؤ پیاز آدھ سیر پسی ہوئی۔
سونف پسی ہوئی ایک چھٹانک
ایک تولہ ادرک پسی ہوئی
قدرے لہسن اور ایک ٹکڑا دار چینی
۶ سفید الائچیاں۔ نمک بقدر ضرورت۔

بوٹیوں کو دوبار پانی سے دھو کر اس میں مذکورہ مصالحہ شامل کر کے چولہے پر چڑھائیے۔ آنچ بہت تیز نہ ہو اور دیگچی قلعی دار اور بھاری پیندے کی ہو، دیگچی کو ڈھکن ڈھانک کر رکھ دیں اور جب پکتے پکتے نمی خشک ہونے لگے اور گوشت کے گلنے میں ذرا کسر ہو تو آدھ سیر اور پانی ڈال دیں۔ جیسے ہی گوشت گلنے پر آجائے ذرا بھون کر جب گھی چھوڑے نمک کا ذائقہ لے کر رکھ دیں، کوکنی خاصگی قورمہ تیار ہے۔ یہ ۶ روز تک خراب نہیں ہوتا اور بڑا خوش ذائقہ اور ہر صبح ناشتہ پر نوش کیا جاتا ہے، کوکنی قورمہ میں مرچ بالکل نہیں ہوتی۔

● رکابدار لطافت علی خاں۔ مؤلف شاہی دسترخوان ●

گاجر کا مُربہ

پہلے گاجریں لے کر اُسے کسی صاف برتن میں اچھی طرح دھولیں اور چاقو سے باریک باریک چھیل لیں۔ اب صاف ستھرا کانٹا لے کر ان تمام گاجروں کو چھید لیں۔ ایک پتیلے میں اتنا پانی ڈالیں کہ تمام گاجریں اُس میں ڈوب جائیں۔ اس پانی کو اُبال لیں۔ جب پانی پکنے لگے تو اُس میں اُبلنے کے لئے گاجریں ڈال دیں۔ اور ان گاجروں کو اتنا اُبالیں کہ گاجریں نرم ہو جائیں (یہ تقریباً ۱۵ یا بیس منٹ میں ہو جاتا ہے)

پھر ان نرم گاجروں کو نکال کر کسی صاف کپڑے پر ڈال کر خشک کر لیں۔ ایک سیر گاجروں کے لئے تین پاؤ چینی لیں۔ اس چینی میں ۳ چھٹانک پانی ڈال کر ڈیڑھ ماشہ سٹرک ایسڈ ڈال دیں اور شیرہ بنائیں۔ اس شیرہ کو اس قدر پکائیں کہ موتی بننے لگے۔ اب اس میں گاجریں ڈال دیں۔ اور پتیلے کو فوراً چولہے سے اُتار لیں اور ململ کے کپڑے سے ڈھانپ دیں۔ ڈھکنا نہ دیں۔ ورنہ بھاپ باہر نہ نکل سکے گی۔

پورے ۲۴ گھنٹہ کے بعد گاجریں نکال لیں اور شیرہ میں ایک پاؤ چینی ڈال کر اُس کو پھر سے پکائیں جب اُس پر جھاگ آنا شروع ہو تو گاجریں اُس میں ڈال کر اُسے تقریباً دس منٹ تک پکائیں اور چولہے سے اُتار لیں۔ تھوڑی دیر بعد پھر اُسے چولہے پر چڑھائیں اور گاجروں سمیت آدھ گھنٹہ کے لئے پکائیں۔ اب مُربہ تیار ہے۔ ٹھنڈا ہونے پر کسی صاف و خشک مرتبان میں ڈال لیں

● محمودہ حق ـــ بی۔ اے ●

عصمتی دسترخوان۔ کھانے پکانے کے موضوع پر بہترین کتاب ۱۶ دفعہ چھپی ہے۔ از محترمہ آمنہ نازلی

Taj Tahir Foundation

بزمِ عصمت

بزمِ عصمت میں وہی خطوط درج ہوتے ہیں جن میں خریداری نمبر کا حوالہ ہو، بہت مختصر ہوں اور وہی استفسارات نہ ہوں جن کے جواب عِصمت میں شائع ہو چکے ہیں رسالے کے انتظامی اُمور اور مضامین کے بارے میں کوئی بات نہ ہو الگ روشنائی سے لکھے ہوں (اڈیٹر)

میری بھتیجی جس کی عمر کوئی ۲۲ سال ہے اور سائنس کی طالبہ ہے اُس کے سر کے بال نِصف کے قریب سفید ہو گئے ہیں۔ ہم نے ڈاکٹروں کو دِکھایا، کافی علاج کرایا، لیکن بے سُود۔ ڈاکٹر آلِ مُرتضیٰ صاحب یا عِصمتی بہنیں اگر کسی ایسے آزمودہ نُسخہ سے واقف ہوں جس کی مدد سے بچّی کے بال سیاہ ہو جائیں تو میں بہت ممنون ہوں گی۔ آج کل کے سیاہ بال کرنے والے تیلوں سے تو ڈر لگتا ہے۔

● بیگم مُصلح الدّین ●

کراچی میں لڑکیوں کے ایک اسکول کے بالکل سامنے سینما بن رہا ہے ظاہر ہے وہاں بڑی بڑی تصویریں لگائی جائیں گی جن کا اخلاق پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے پھر جب لڑکیاں بسوں میں سوار ہونے کے لئے کھڑی ہوں گی تو غُنڈے وہاں کے چکّر لگائیں گے حیرت ہے کراچی والے لڑکیوں کے اسکول کے بالکل سامنے سینما کی تعمیر کو جائز سمجھتے ہیں۔

● مسز صفیہ بدر الدّین۔ مُلتان ●

ہماری بزرگ محترم ظفر جہاں بیگم کا ناول تین دور جو عِصمت میں ختم ہوا ہے اعلیٰ درجہ کا ہے۔ ایسے ہی مفید ناولوں کی حقیقت میں ہمیں ضرورت ہے ورنہ آج کل تو بڑے واہیات ناول شائع ہو رہے ہیں۔ مرحومہ محمودہ بیگم مصنفہ روشنک بیگم کا ناول الحسن کی ملکہ، جو جنوری کے پرچہ سے شروع کیا گیا ہے یہ بھی دلچسپ معلوم ہوتا ہے۔ میرے خیال میں آپ ایک مسلسل ناول یا ناولٹ اب ضرور دیا کریں۔ اس سے رسالے کی دلچسپی بڑھ جاتی ہے ویسے عِصمت کے مضامین بھی معیاری ہوتے ہیں اور اُن کا اِصلاحی پہلو بڑا قابلِ قدر ہے۔ سالگرہ نمبر میں جو طویل افسانہ نگار شائع ہوا تھا وہ بھی بہت دلچسپ اور عبرت انگیز تھا۔

● سکینہ خاتون۔ سکھر ●

میں ایک دن اپنے مکان کے ایک کمرے میں رنگ کر رہی تھی میری ایک سہیلی آنکلیں اور بڑا تعجب کیا کہ کوٹھی کا ملازم ہوتے ہوئے کیا مصیبت پڑی کہ خود رنگ کر رہی ہو۔ کیا اپنے گھر کا کام کرنا کوئی عیب ہے؟ سمجھ میں نہیں آتا ہماری ذہنیت کو کیا ہو گیا ہے۔

● مسز صدیقی۔ کراچی ●

اللہ تعالیٰ نے میری باجی کو ایک چاند سی بیٹی عطا کی ہے بچّی کے والدین چاہتے ہیں کہ نام اِسلامی اور تاریخی ہو۔ بہنیں عِصمت کی معرفت مناسب نام تجویز فرمائیں، میں اور میری باجی بہت ممنون ہوں گی۔

● خالدہ شوکت علی۔ اِسلام آباد ●

غالب کے فن اور شخصیت پر تخلیقی پیش کش
غالب، شخصیت و کردار (زیرِ طبع) از لطیف اللہ

دوربین

پاکستان

چھ درجن کے قریب سیاسی رہنماؤں پر جو پابندی لگائی گئی تھی کہ وہ ۶ سال تک سیاست میں حصّہ نہیں لے سکتے اس کی مدّت ۳۱ دسمبر کو ختم ہو گئی۔ ان سیاست دانوں میں خواجہ ناظم الدین، حسین شہید سہروردی اور فضل الرحمٰن کا انتقال ہو چکا ہے۔ مارشل لا سے قبل ملک میں آٹھ سیاسی پارٹیاں تھیں جن سیاست دانوں پر پابندی ختم ہو گئی ان میں کسی بڑی شخصیت کے سوائے پاکستان مسلم لیگ کے کسی اور سیاسی پارٹی میں شریک ہونے کی ابھی تک پختہ خبر نہیں آئی۔ صدر ایوب نے اعلان کیا ہے کہ سیاستداں حکمراں جماعت، حکومت یہاں تک کہ صدر پر بھی نکتہ چینی کر سکتے ہیں مگر ملک میں انتشار پھیلانے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

حکومت مغربی پاکستان نے اسکولوں کالجوں میں رقص و سرود اور دیگر نام نہاد ثقافتی پروگرام پر سخت پابندی لگا دی تھی مگر مرکزی حکومت کے ایک اعلان میں اس پابندی کو احمقانہ کہا گیا ہے

گذشتہ سال کی طرح اس دفعہ بھی مغربی پاکستان کے بعض شہروں میں دو دن جمعرات اور جمعہ ۱۲ اور ۱۳ جنوری کو عید الفطر منائی گئی۔

معلوم ہوا ہے کہ شاہ افغانستان ظاہر شاہ اور شاہ ایران محمد رضا پہلوی آئندہ ماہ پاکستان کے دورہ پر آئیں گے۔ نیپال کے شاہ مہندرا بھی فروری میں پاکستان آئیں گے۔

عرب ممالک اور اسرائیل

سعودی عرب کے حکمراں شاہ فیصل اسلامی بنیاد پر مسلم ممالک کو متحد کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اُردن اور سوڈان بھی اس کی تائید کر رہے ہیں عراق بھی اُن کا ہم نوا ہے مگر قوم پرستی کو بھی ضروری سمجھتا ہے۔ عرب جمہوریہ (مصر) کے صدر جمال عبدالناصر کا سیاسی نظریہ عرب قومیت کے ساتھ اشتراکیت بھی ہے۔ تیونس اشتراکیت تو پسند نہیں کرتا مگر عرب قومیت کا حامی ہے الجزائر اور مراکش کی پالیسی غیر جانبدارانہ ہے۔ یمن میں خانہ جنگی ہو رہی ہے۔ روس اسلام پسند ممالک کو پسند نہیں کرتا اور امریکہ نہ اُن ممالک سے خوش ہے جو اسلامی نظریات کے حامی ہیں نہ اُن سے جنھیں اشتراکیت سے دلچسپی ہے۔ عرب ممالک اگر آپس میں متحد ہوتے تو یہودیوں کی جو مملکت اسرائیل اسلام کے لئے زبردست خطرہ ۱۸ سال سے بنی ہوئی ہے کبھی کی ختم ہو چکی ہوتی لیکن عربوں کے اختلاف کے باعث وہ طاقت ور ہوئی چلی جا رہی ہے اور کسی وقت بھی جنگ کے شعلے بھڑک اُٹھنے کا اندیشہ ہے۔

عرب جمہوریہ

سعودی عرب کے سابق حکمراں شاہ سعود اور عرب جمہوریہ (مصر) کے جمال عبدالناصر میں شدید سیاسی اختلافات تھے اور کہا جاتا ہے کہ صدر ناصر کے حامیوں نے چار دفعہ شاہ سعود پر قاتلانہ حملے کئے تھے شاہ سعود کے بھائی شاہ فیصل سعودی عرب کے حکمراں ہوئے تو شاہ سعود کے پاس دولت کا کچھ ٹھکانا نہ تھا۔ کافی مدّت وطن سے دور ہونے کے بعد یونان سے وہ قاہرہ پہنچے تو صدر جمال ناصر نے اُن کا گرم جوشی سے استقبال کیا اور ۲۰ کروڑ اسٹرلنگ کا قرضہ مانگا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ عرب جمہوریہ پر دوسرے ملکوں کے ۲۶ کھرب قرضہ کا بار ہے اور اسی قرض کی وجہ سے اُس نے نہر سوئز کا کنٹرول روس کو دے دیا ہے۔

انڈونیشیا

اکتوبر سنہ ۶۵ء میں جو کمیونسٹ انقلاب انڈونیشیا میں آیا تھا اُس کی وجہ سے ملک میں ابھی تک

Taj Tahir Foundation

انتشار پھیلا ہوا ہے اور صدر سوئیکارنو کے خلاف شورش برپا ہے کمیونسٹوں نے فوج کے ۶ جنرلوں کو جو اسلام پسند تھے اور اشتراکیت کے خلاف، سخت تکلیفیں پہنچا کر ہلاک کر دیا تھا۔ اس پر انڈونیشیا کے عوام نے کمیونسٹوں کا قتلِ عام شروع کیا تھا۔ انڈونیشی قوم کو یہ اعتراف ہے کہ ولندیزیوں کی غلامی سے اُسے نجات دلانے کا سہرا احمد سوئیکارنو کے سر ہے اور انہوں نے قوم کو آزادی دلانے کے لئے سخت تکلیفیں برداشت کی ہیں۔ جاوا کے بڑے حصہ کے رہنے والوں کو اُن سے جو عقیدت ہے وہ تقریباً پرستش کی حد کو پہنچ گئی ہے لیکن اب کہا جا رہا ہے کہ اس انقلاب کی تہہ میں خود سوئیکارنو کا ہاتھ تھا اور وہ نو سال سے کمیونسٹوں کے ساتھ ہیں۔ جنرل سوہارتو نے اُن کے محل کے گرد پہرہ لگا دیا ہے کہ وہ باہر نہ نکلیں جان کا خطرہ ہے اس کا یہ مطلب بھی لیا جا رہا ہے کہ صدر سوئیکارنو نظر بند کر دیئے گئے ہیں طلبا کا ایک طبقہ اپنے صدر سے سخت ناراض ہے اور اُس کا مطالبہ ہے کہ اُن پر فوجی عدالت میں مقدمہ چلایا جائے یا اُنہیں جلاوطن کر دیا جائے۔ ایک خیال یہ بھی کہ اُنہیں صدارت سے ہٹا کر اُن کے ایک سابقہ ساتھی ڈاکٹر محمد حتیٰ کو نیا صدر بنایا جائے۔ کہا جاتا ہے صدر سوئیکارنو کی قسمت کا فیصلہ عوامی مشاورتی کانفرنس کرے گی جس کا اجلاس ۵ر مارچ سے شروع ہوگا۔

معلوم ہوا ہے کہ سعودی عرب کے شاہ فیصل عنقریب انڈونیشیا جانے والے ہیں ایک خبر یہ بھی ہے کہ مصر کے جمال عبدالناصر انڈونیشیا کا دورہ کریں گے۔

بھارت بھارت میں گاؤکشی بند کرنے کی انتہائی کوشش کی جا رہی ہے جگت گرو شنکر آچاریہ نے اس سلسلے میں مرن برت رکھا ہے جسے دو ماہ سے زائد ہو گئے۔ سکھ پنجابی بولنے والوں کے علیحدہ صوبہ کا پہلے مطالبہ کر رہے تھے اب سکھستان قائم کرنا چاہتے ہیں ماسٹر تارا سنگھ نے کہا ہے کہ اگر ضرورت پڑی تو ہم پاکستان اور چین سے بھی مدد لیں گے۔ ملک میں چوتھی مرتبہ ۱۵ فروری سے انتخابات شروع ہونے والے ہیں۔ کہا جاتا ہے ۲۴ سیاسی پارٹیاں کانگریس کے خلاف متحد ہو گئی ہیں۔ وزیر اعظم اندرا گاندھی کے خلاف بہت کچھ کہا جا رہا ہے ایک خیال یہ ہے کہ آئندہ ڈیسائی کو وزیر اعظم بنایا جائے گا۔

عصمت کی لاج

جن عصمتی بہنوں اور بھائیوں نے عصمت کی اشاعت بڑھانے کی اشد ضرورت کو محسوس فرما کر نئے خریدار دیئے اُن کے اسمائے گرامی دلی شکریے کے ساتھ درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

منیجر

اُم حنا قمر جہاں بیگم صاحبہ کراچی ـ ۲ ـ اُمت الوحی صاحبہ کراچی ـ ۳ ـ بیگم حکم حُسن آرا بیگم صاحبہ ڈھاکہ ـ ۳ بیگم بُرلاس صاحبہ کراچی ـ ۲ ـ نُزہت خانم صاحبہ سکھر ـ ۲ ـ بیگم پرنسپل عبدالحق صاحب ملتان ـ ۲ ـ

جنھوں نے ایک ایک خریدار دیا:-

رضیہ احمد علی صاحبہ چاٹگام ـ سردری بیگم صاحبہ ڈیرہ اسمٰعیل خاں ـ شاہینہ صاحبہ ڈھاکہ خریداری نمبر ۱۵۲۰ بیگم مولانا ارشد تھانوی ـ صغیرہ بانو صاحبہ جیسور ـ عقیلہ بیگم صاحبہ پشاور ـ بیگم ابن الحسن شارق صاحبہ دہلوی رخشندہ ناہید صاحبہ لاہور ـ مسز نکہت جلیل صاحبہ رنگ پور ـ مس رابعہ سلطان صاحبہ حیدرآباد سندھ ـ عذرا مجید صاحبہ راولپنڈی ـ زائرہ خیری کراچی۔

سیدہؓ کی بیٹی

حضرت زینب کبریٰ کی مفصل مکمل اور جامع سوانح عمری جو رازق الخیری صاحب کی کئی سال کی تحقیق و تلاش اور محنت و جانفشانی کا نتیجہ ہے۔ یہ حالاتِ زندگی رسولِ اکرمؐ کی اُس لاڈلی کے ہیں جس نے اسلام کے استحکام کے لیے حسینؑ جیسے پیارے بھائی پر جگر کے ٹکڑے قربان کرنے کے بعد ایسی تکلیفیں اُٹھائیں کہ اُن واقعات کے خیال سے قلبِ انسانی تھرا جاتا اور کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ بزرگوں کا خون تربیت ماحول اور صحبت کا انسان کی طبیعت پر کس قدر گہرا اثر پڑتا ہے۔ سیدہؓ کی بیٹی بتائے گی کہ اسلام کسے کہتے ہیں۔ انسانیت کیا چیز ہے، دنیاوی تعلقات کا مطلب کیا ہے۔ شوہر کی رضامندی، بچوں کی تربیت اور بہن بھائیوں کی محبت کیا معنی رکھتی ہے۔ اسلامی تاریخ سے واقفیت ہونے کے علاوہ اس کتاب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ واقعۂ کربلا کے حقیقی اسباب کیا تھے۔ اور کربلا کے بعد کیا ہوا۔ کربلا کا حال اس قدر دردانگیز ہے کہ ہچکی بندھ جاتی ہے۔ کوفہ اور دمشق میں حضرت زینب کبریٰ کی تقریریں اور مکالمے۔ سفرِ شام اور مدینہ کی واپسی سے وفات تک کے حالات کے بعد سیدۃ النساءؓ کی بیٹی کی انسانی اور اسلامی خوبیوں اور مختلف نسوانی حیثیتوں پر بحث ہے۔ کتاب شروع سے آخر تک درد و اثر سے پُر ہے۔ متعدد تاریخی واقعات کے اضافہ کے علاوہ ساتویں اڈیشن میں مؤلف کی سیاحتِ عراق و شام اور زیارتِ نجف کربلا۔ کوفہ۔ دمشق۔ زینبیہ کے مشاہدات و تاثرات بھی ہیں۔ تحقیقات بھی اور کئی فوٹو بھی۔ قیمت چار روپے۔

عصمت بک ڈپو۔ کراچی

Taj Tahir Foundation

Registered No. S. 1055
ESTD. 1908
February 1967

ISMAT Karachi-3 Pakistan
Premier Literary and Cultural Magazine

Phones: Editor : 53318
Res. : 70834
Advt. Dept : 54456

بچیوں اور بچوں کا پسندیدہ مصوّر ماہنامہ

بنات کراچی

حضرت علامہ راشد الخیریؒ نے سنہ ۱۹۲۷ء میں یہ رسالہ بچیوں کے لئے جاری فرمایا تھا۔ بنات پابندِ وقت باتصویر کثیر الاشاعت ماہنامہ ہے جو بہترین مضامین سبق آموز نظمیں۔ دلچسپ قصے عقل کی باتیں۔ پہیلیاں۔ مزیدار کہانیاں، کارٹون وغیرہ ماہوار شائع کرتا ہے۔

سالانہ چندہ: معہ سالگرہ نمبر تین روپے۔ بذریعہ وی۔پی۔ تین روپے ۲۰ پیسے

ڈاک کا پتہ:۔ دفتر بنات۔ کراچی ۳

دفتر کا پتہ: نیشنل بلڈنگ۔ اڈوانی روڈ۔ نزد قیصر سینما۔ کراچی ۳

فون نمبر:۔ ۷۰۸۳۴

Taj Tamir Foundation

Mashhoor Press, Karachi.